معاشرتی علوم 4

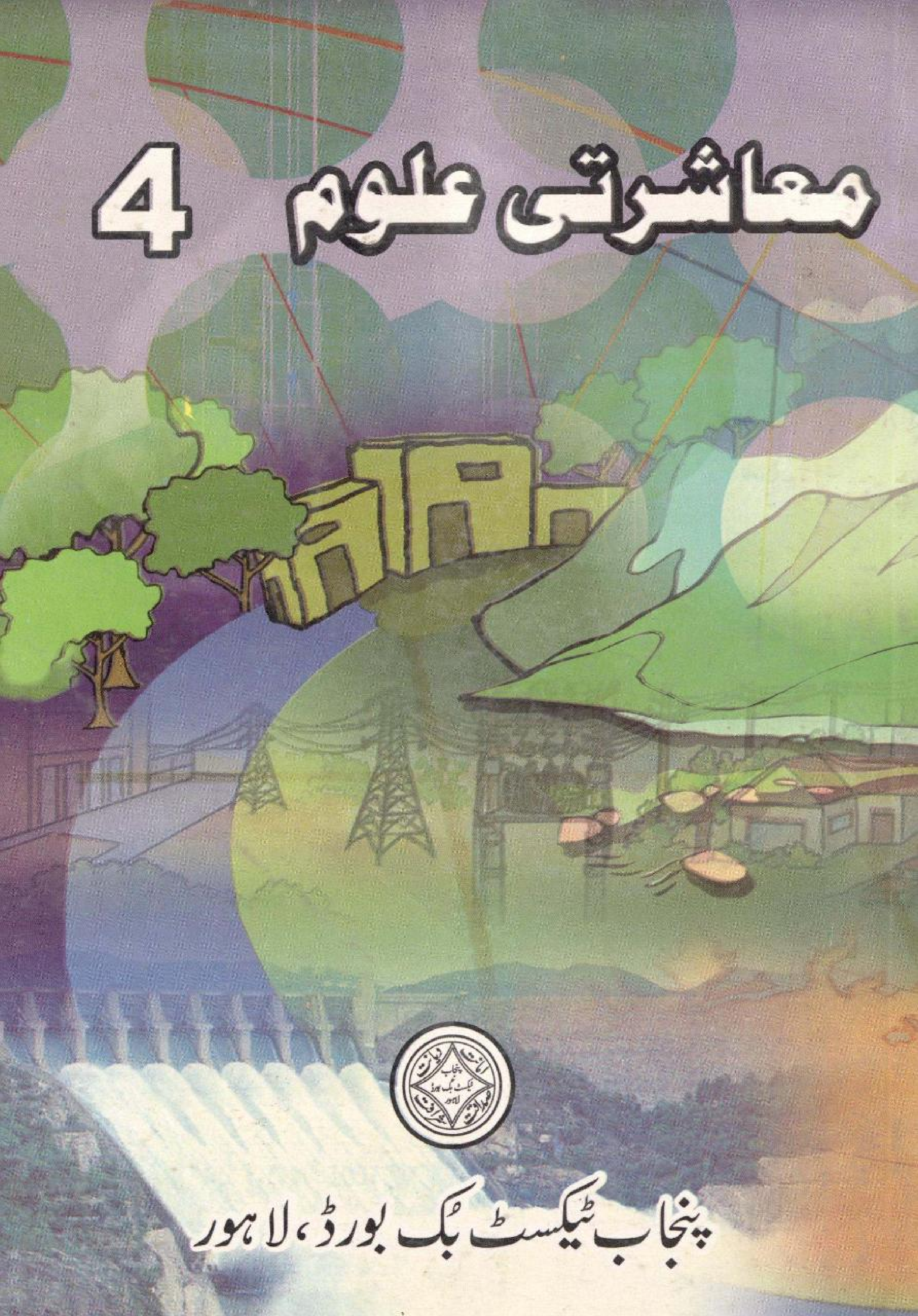

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جنرل پرویز مشرف کا پیغام

کسی ملک کی ترقی کا انحصار اس کے عوام کے تعلیمی معیار پر منحصر ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان دانشوروں، فلسفیوں اور سائنسدانوں نے اپنے علم کی بدولت کئی سو سال تک دُنیا پر اپنی عظمت کا سِکّہ جمائے رکھا۔ ان کی لکھی ہوئی کُتب مغرب کی یونیورسٹیوں میں صدیوں تک بطور نصاب رائج رہیں۔ مسلمان جب تک اس فرمان رسالتؐ کے مطابق "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"۔ رائج علوم سے استفادہ اور اس میں تحقیق کرتے رہے وہ دُنیا پر حکمرانی کرتے رہے۔ اسلامی روایات کے مطابق پاکستان کے نونہالوں کو زندگی کے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں حصولِ علم کے لیے وقف کرنا ہونگی اور انہیں جدید سائنسی علوم بالخصوص کمپیوٹر کے استعمال اور انفارمیشن ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کرنا ہوگی تا کہ مستقبل میں ہمارا ملک ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا ہو کر اقوام عالم میں باوقار مقام حاصل کر سکے۔

اس وقت ترقی یافتہ دنیا کے جدید تقاضے ہیں جنہیں ہمارا رائج الوقت نصاب پورا نہیں کر رہا تھا۔ موجودہ حکومت نے جہاں ملکی بقا اور سالمیت کو اہمیت دی وہاں تعلیم کے معیار اور اس کے نصاب کو دورِ حاضر کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کا انقلابی بیڑا بھی اٹھایا اور عصرِ حاضر کی ضروریات کے مطابق درسی کُتب تیار کروائیں۔

عزیز طلبہ وطالبات!

اب یہ آپ کا فرض ہے کہ انتھک محنت اور لگن سے حصولِ علم کی طرف توجہ دیں تا کہ آپ بڑے ہو کر اس ملک کے ذمہ دار شہری بن کر پاکستان کی ترقی کے لیے ہمہ وقت کام کر سکیں۔

آپ سب کے لیے پاکستان کا مفاد ہر حالت میں مقدم ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین!

وزیرِ اعلیٰ (پنجاب) کا پیغام

عصرِ حاضر علمی ترقی کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے۔ ترقی یافتہ اقوام کا طرۂ امتیاز اعلیٰ تعلیمی معیار ہے۔ اس مقصد کے حصول میں نصاب اور درسی کتب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے جن کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہماری حکومت کا تعلیمی میدان کو فوقیت دینا ثابت کرتا ہے۔ نصاب کی ازسرِنو تشکیل کے ساتھ ساتھ درسی کتب کی تصنیف و تدوین میں بھی ہم نے کہنہ مشق ماہرین کی خدمات حاصل کیں جو اعلیٰ معیارِ تعلیم کے حصول میں یقیناً ممد و معاون ہوں گی۔

عزیز طلبہ و طالبات! زندگی کے اعلیٰ معیار کے حصول میں علمی ترقی اور اعلیٰ معیار بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہماری حکومت اس بنیاد کی فراہمی کے لیے مقدور بھر کوششیں کر رہی ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ ان نصابی کتب سے استفادہ کریں اور پاکستان کی تعمیر و ترقی میں بھرپور کردار ادا کریں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ ہماری نسلِ نو جدید تعلیمی تقاضوں کو مدِنظر رکھ کر ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

چودھری پرویز الٰہی
وزیرِ اعلیٰ پنجاب

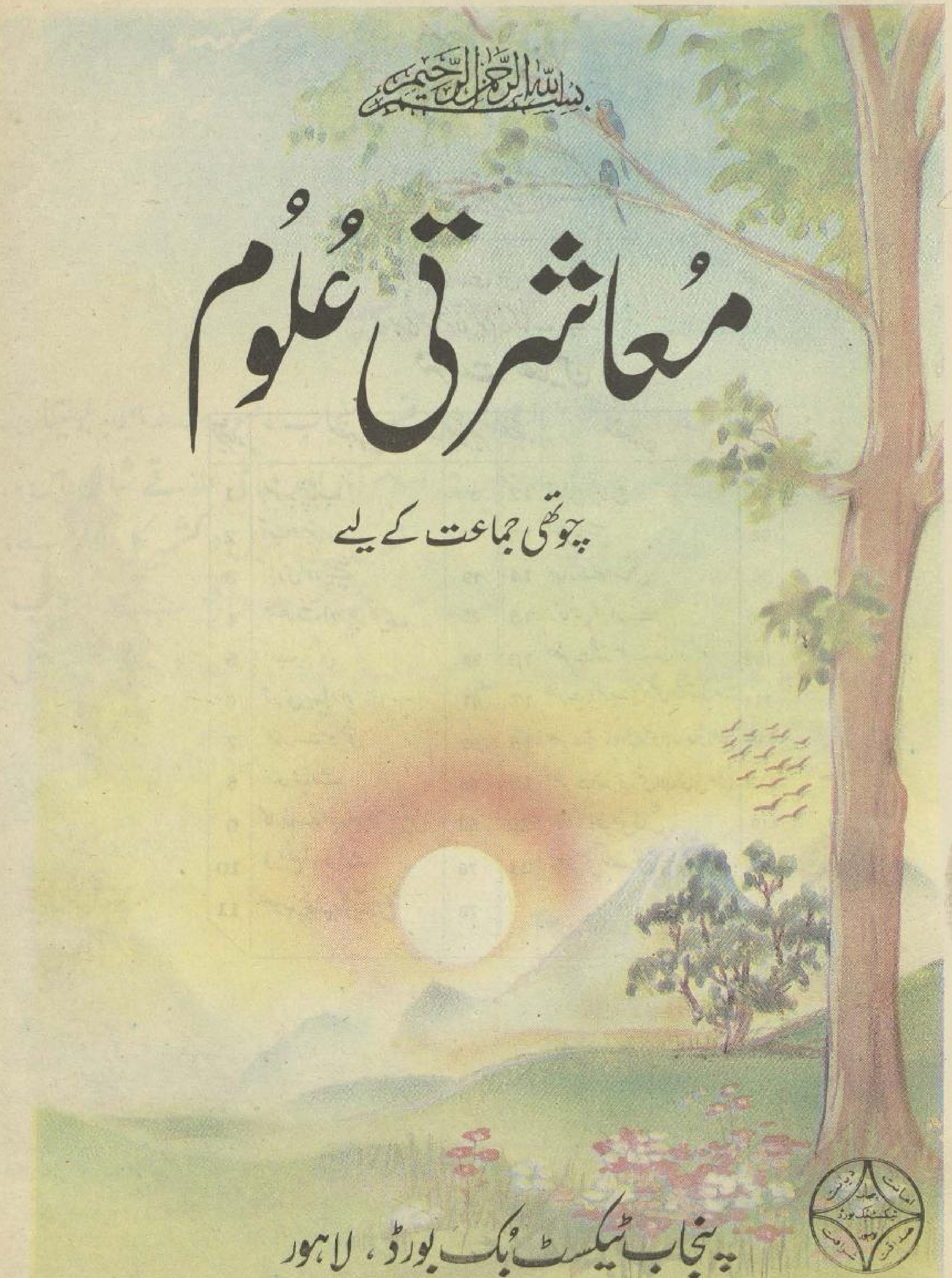

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُعاشرتی عُلُوم

چوتھی جماعت کے لیے

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرا نام ______________ ہے

میں چوتھی جماعت میں ہوں

یہ میری معاشرتی علوم کی کتاب ہے ۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	صوبہ پنجاب	3	12	ذرائع ابلاغ	89
2	آب و ہوا	13	13	نظم و نسق	92
3	آبادی اور پیشے	19	14	ہمارے مسائل	96
4	جنگلات اور چراگاہیں	25	15	رفاہی ادارے	100
5	آب پاشی	34	16	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	108
6	زرعی پیداوار	41	17	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	111
7	ہمارے مویشی	50	18	حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	113
8	معدنیات	56	19	حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	115
9	کارخانے اور گھریلو صنعتیں	62	20	مولانا ظفر علی خاںؒ	119
10	ذرائع آمد و رفت	70	21	بیگم سلمیٰ تصدق حسین	122
11	صوبہ پنجاب کی تاریخ	79			

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

1

صُوبہ پنجاب

ہمارے پیارے وطن پاکستان میں صُوبہ پنجاب ، صُوبہ سندھ، صوبہ بلوچستان شمال مغربی سرحدی صوبہ، وفاقی دارالحکومت اسلام آباد اور قبائلی علاقے شامل ہیں۔

محل وقوع

صُوبہ پنجاب کے شمال مُشرِق میں جموں و کشمیر کا عِلاقہ ہے۔ شمال اور شمال مغرب میں صُوبہ سرحد واقع ہے اور مغرب میں صُوبہ بلوچستان ہے۔ جنوب میں صُوبہ سندھ ہے۔ جنوب اور مُشرِق میں ہمارا ہمسایہ مُلک بھارت ہے۔

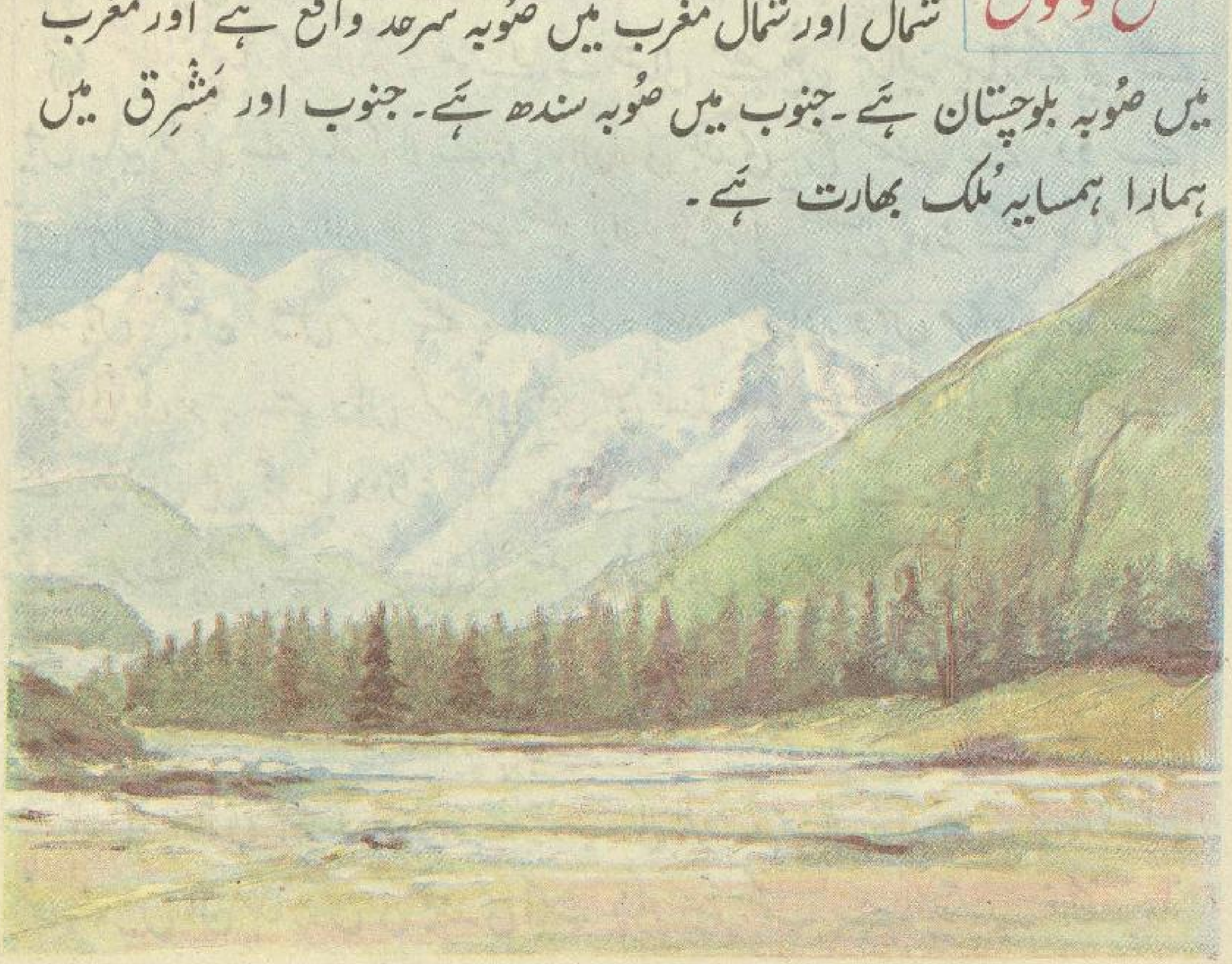

سطحِ زمین زمین کی سطح تین قسم کی ہوتی ہے۔ میدان، سطح مرتفع اور پہاڑ۔ سطح کے لحاظ سے پنجاب کے تین حصے ہیں۔ (1) **پہاڑی حصہ۔** (2) **سطح مرتفع پوٹھوار** (3) **میدانی علاقہ۔**

1۔ پہاڑی حصہ:۔

پتھریلی اور بلند قسم کی سطح زمین پہاڑ کہلاتی ہے۔ پہاڑ بہت اونچے اور تیز ڈھلانوں والے علاقے ہوتے ہیں۔ دو پہاڑوں کے درمیان نشیبی علاقہ وادی کہلاتا ہے۔ صوبہ پنجاب کے پہاڑی علاقے کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ (i) **شمالی پہاڑی علاقہ۔** (ii) **مغربی پہاڑی علاقہ۔**

(i) **شمالی پہاڑی علاقہ:۔** صوبے کے شمالی حصے میں ہمالیہ پہاڑ کے کچھ سلسلے ہیں۔ یہ مری کے پہاڑ کہلاتے ہیں۔ ان کی بلندی سطح سمندر سے دو سے تین ہزار میٹر ہے۔ ان میں سے ضلع راولپنڈی کی تحصیل کہوٹہ کے پہاڑ کم بلند ہیں۔ لیکن تحصیل مری کے پہاڑ زیادہ بلند ہیں اور وہیں مری کا شہر ہے۔ اونچائی کی وجہ سے وہاں گرمیوں میں بھی ٹھنڈ ہوتی ہے۔ جولائی اور اگست کے مہینوں میں قریباً روزانہ بارش ہوتی ہے۔ سردیوں کے موسم میں وہاں خوب برف پڑتی ہے۔ گھروں کی چھتیں، پہاڑوں کی چوٹیاں اور زمین برف سے سفید ہو جاتی ہیں۔

(ii) **مغربی پہاڑی علاقہ:۔** صوبہ پنجاب کے مغرب میں کوہِ سلیمان کا کچھ حصہ ہے۔ یہ پہاڑی سلسلہ شمال سے جنوب کی طرف پھیلا ہوا ہے۔ ہمارے صوبے میں ان پہاڑوں کی بلندی ایک ہزار میٹر تک ہے۔ یہ سب خشک پہاڑ

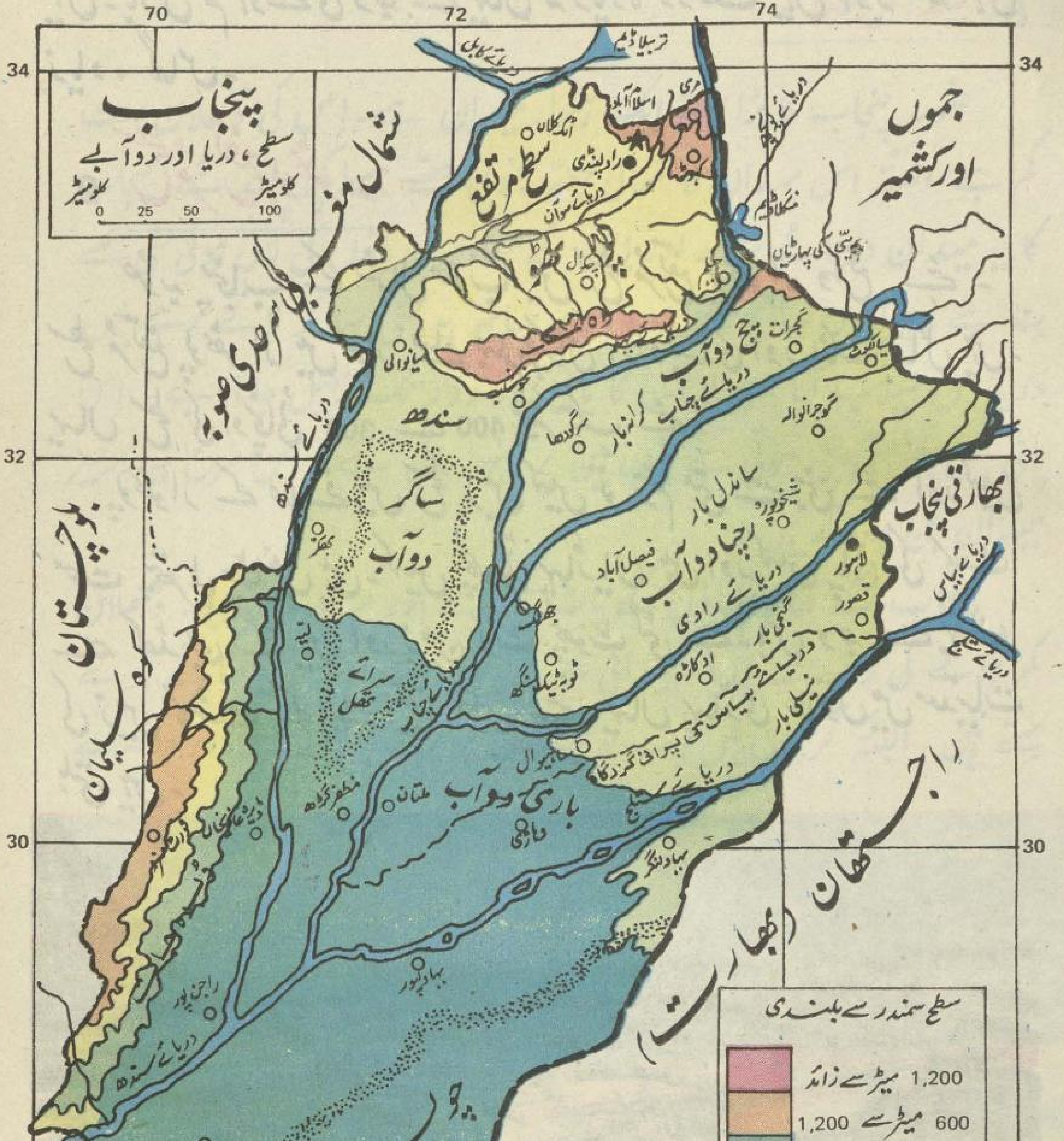
پنجاب
سطح، دریا اور دوآبے
کلومیٹر
0 25 50 100
شمال مغربی سرحدی صوبہ
جموں اور کشمیر
بھارتی پنجاب
بلوچستان
کوہ سلیمان
راجستھان (بھارت)
سندھ
سطح مرتفع
راولپنڈی
اسلام آباد
اٹک کلاں
تربیلا ڈیم
منگلا ڈیم
دریائے سواں
ساگر دوآب
چج دوآب
رچنا دوآب
باری دوآب
سندھ ساگر دوآب
چولستان
ساندل بار
گنجی بار
نیلی بار
کرانہ بار
تھل
گجرات
سیالکوٹ
گوجرانوالہ
سرگودھا
شیخوپورہ
فیصل آباد
لاہور
قصور
اوکاڑہ
ساہیوال
ملتان
وہاڑی
بہاولنگر
بہاولپور
رحیم یار خان
راجن پور
ڈیرہ غازی خان
مظفر گڑھ
لیہ
بھکر
جھنگ
ٹوبہ ٹیک سنگھ
میانوالی
خوشاب
دریائے سندھ
دریائے جہلم
دریائے چناب
دریائے راوی
دریائے ستلج
دریائے بیاس
سطح سمندر سے بلندی
1,200 میٹر سے زائد
600 میٹر سے 1,200
300 میٹر سے 600
150 میٹر سے 300
150 میٹر سے کم
70
72
74
34
32
30
28

ہیں۔ بارش کم ہونے کی وجہ سے یہاں نہ زیادہ درخت ہیں اور نہ ہی زیادہ گھاس۔

2 سطحِ مُرتفع پوٹھوار:۔

صُوبہ پنجاب کے شمال مغرب میں سطحِ مُرتفع پوٹھوار واقع ہے۔ سطحِ مُرتفع پوٹھوار میں چار ضلعے جہلم، چکوال، راولپنڈی اور اٹک شامل ہیں۔ یہاں سطح کی اُونچائی 300 سے 400 میٹر تک ہے۔

پوٹھوار کے علاقے میں سطحِ زمین کہیں تو نرم مٹی سے بنی ہے اور کہیں سخت پتھریلی چٹانیں ہیں۔ کہیں چھوٹی پہاڑیاں ہیں اور کہیں پانی کی کاٹ سے کھڈ بن گئے ہیں اور زمین ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ اِس وجہ سے یہاں کی زمین کاشت کے لیے اچھّی نہیں ہے۔ یہاں پہاڑی علاقوں میں معدنیات مِلتی ہیں۔

3۔ میدانی علاقہ :۔

صُوبہ پنجاب کا بڑا حِصّہ ایک ہموار مَیدان ہے۔ اِس کی ڈھلان بہت کم ہے البتّہ اس میدان کا شمالی حِصّہ جنوبی حِصّے سے کچھ بلند ہَے۔ پنجاب کا یہ میدان دریائے سِندھ اور اِس کے معاون دریاؤں کی لائی ہوئی مٹی سے بنا ہے۔ ہزاروں سال سے دریا اپنے ساتھ یہ مٹی بہا کر لاتے رہے ہیں۔ دریا میں سیلاب آتا ہے تو اِس کا پانی دُور دُور تک پھیل جاتا ہَے۔ اِس پانی میں جو مٹی مِلی ہوتی ہے وہ زمین پر بیٹھ جاتی ہَے۔ اس طرح یہ زرخیز میدان بن جاتے ہیں۔

پنجاب کے تمام دریاؤں کے پاٹ چوڑے اور کم گہرے ہیں۔ ڈھلان کم ہونے کی وجہ سے دریا، میدانی علاقے میں آہستہ آہستہ بَل کھاتے ہوئے بہتے ہَیں۔ البتّہ گرمیوں میں ایک تو پہاڑوں پر برف پگھلنے سے اور دُوسرے

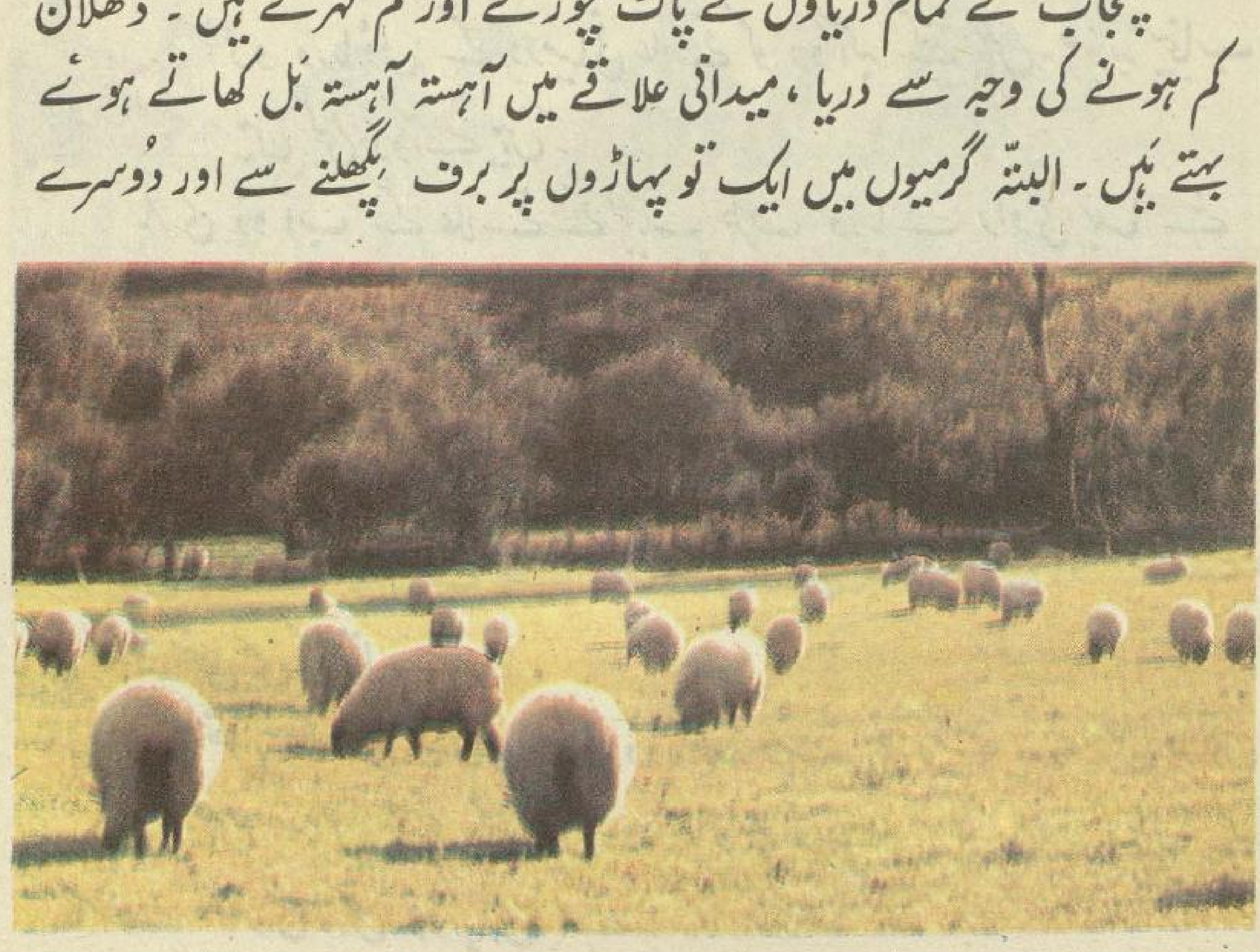

برسات کے دنوں میں زیادہ بارش ہونے سے اتنا پانی آجاتا ہے کہ کناروں سے اکثر باہر نکل آتا ہے۔

بیٹ یا کھادر

جس جگہ سیلاب کا پانی قریباً ہر سال پہنچتا ہے۔ اُسے بیٹ یا کھادر کہتے ہیں۔

بار

دریائی کناروں سے دُور زمین آہستہ آہستہ اُونچی ہوتی جاتی ہے۔ اس اُونچے علاقے کو بار کہتے ہیں مثلاً **نیلی بار اور ساندل بار**۔ **نیلی بار** دریائے ستلج اور دریائے راوی کے درمیانی علاقہ کو کہتے ہیں اور ساندل بار دریائے راوی اور دریائے چناب کے درمیان واقع ہے۔

دوآبہ

دو دریاؤں کے درمیانی علاقے کو دوآبہ کہتے ہیں۔ صوبہ پنجاب میں کئی دوآبے ہیں۔

باری دوآب کے علاقے کے ایک طرف دریائے راوی بہتا ہے اور دُوسری طرف دریائے بیاس اور ستلج ہیں۔ دریائے راوی اور دریائے چناب کے درمیان رچنا دوآب ہے۔ دریائے چناب اور دریائے جہلم کے درمیان چج دوآب ہے۔ دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان سندھ ساگر دوآب ہے۔ یہ آخری دوآبہ بہُت وسیع اور ریتلا ہے، یہ علاقہ تھل بھی کہلاتا ہے۔

تھل

تھل کے علاقے میں دُور دُور تک ریت ہی ریت ہے۔ جن علاقوں میں نہریں پہنچ گئی ہیں، وہ آباد ہو رہے ہیں اور وہاں پر کاشت کاری بھی ہو رہی ہے۔

چولستان

بہاول پور میں بھی دریائے ستلج سے ذرا فاصلے پر جنوب مشرق کی طرف ایک ریگستان ہے، اِسے "چولستان" کہتے ہیں۔ یہاں بھی بارش بہُت کم ہوتی ہے اور سبزہ نہیں ہوتا۔ دریائے سِندھ کے پار کا علاقہ "ڈیرہ جات" کہلاتا ہے۔ راجن پور اور ڈیرہ غازی خاں اس کے ضِلعے ہیں۔

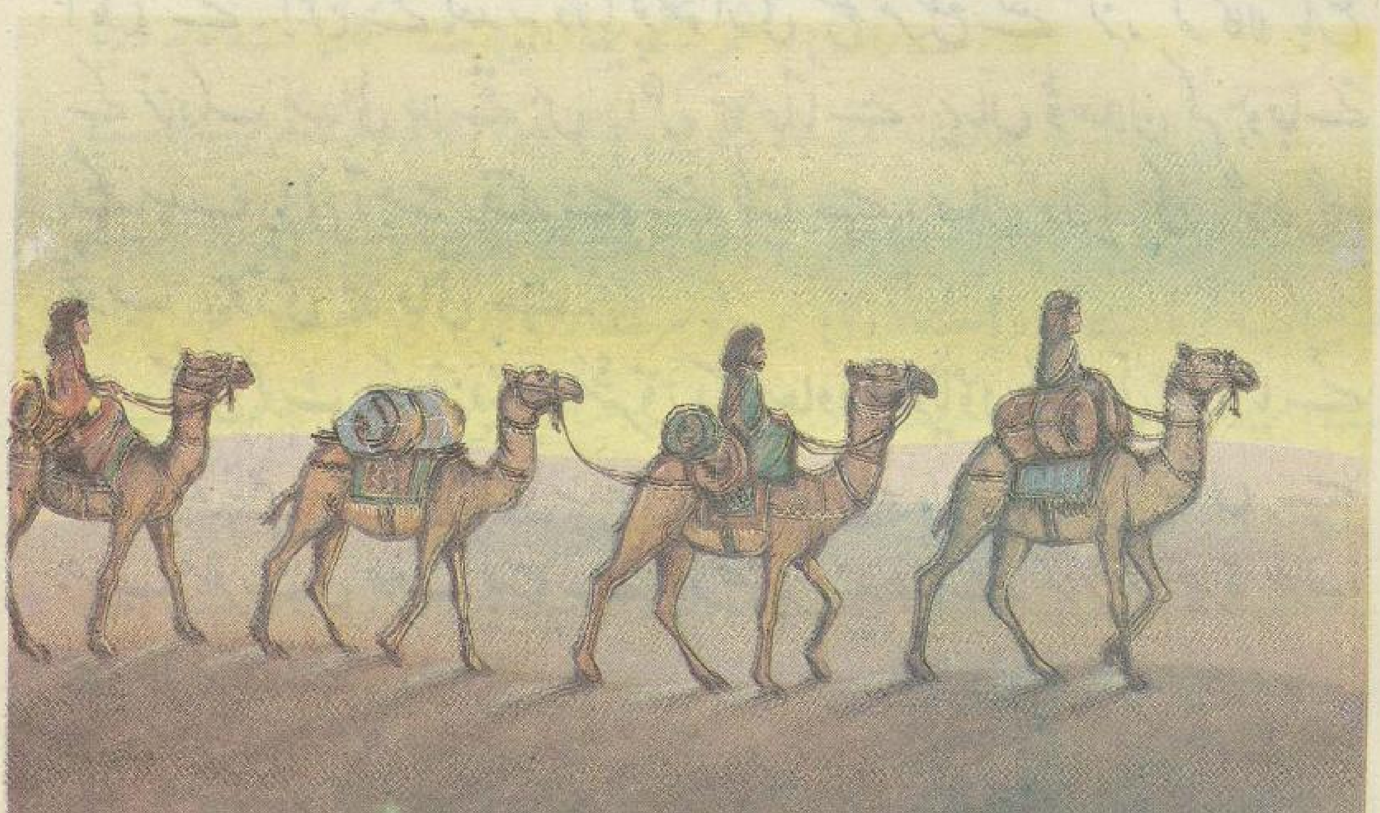

دریا

پنجاب میں پانچ دریا بہتے ہیں۔ یہ دریا اِس صُوبے کے لیے اہم ہیں۔ اِن کا پانی زمینوں کو سیراب کرتا ہے۔

دریائے سندھ

دریائے سندھ، کوہ ہمالیہ کے پار چین میں جھیل مانسرور سے نِکلتا ہے۔ یہ دریا شمال مغربی رُخ پر بہتا ہوُا کشمیر میں داخل ہوتا ہے، راستے میں ہمالیہ اور قراقرم کے پہاڑوں سے کئی ندی نالے اِس میں شامِل ہو جاتے ہیں۔ گلگت کے قریب دریا کا رُخ جنُوب مغرب کی جانب ہو جاتا ہے اور اٹک کے قریب مغرب سے دریائے کابل اس میں آمِلتا ہے۔ اِس کے بعد یہ دریا پوٹھوار کی سطح مُرتفع سے گزر کر کالا باغ کے نزدیک میدانی عِلاقے میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہاں ڈھلان کم ہوجانے کے سبب پانی آہستہ رفتار سے بہنے لگتا ہے، یہاں دریا کی گزر گاہ خُوب چوڑی ہو جاتی ہے۔

مٹھن کوٹ کے نزدیک مشرق کے معاون دریاؤں کا پانی دریائے پنجند کے نام سے دریائے سندھ میں آمِلتا ہے۔ اب یہ دریا یہاں سے جنوب مغرب کی طرف بہتا ہے اور صوُبہ سندھ سے گزر کر بحیرۂ عرب میں جا گرتا ہے۔

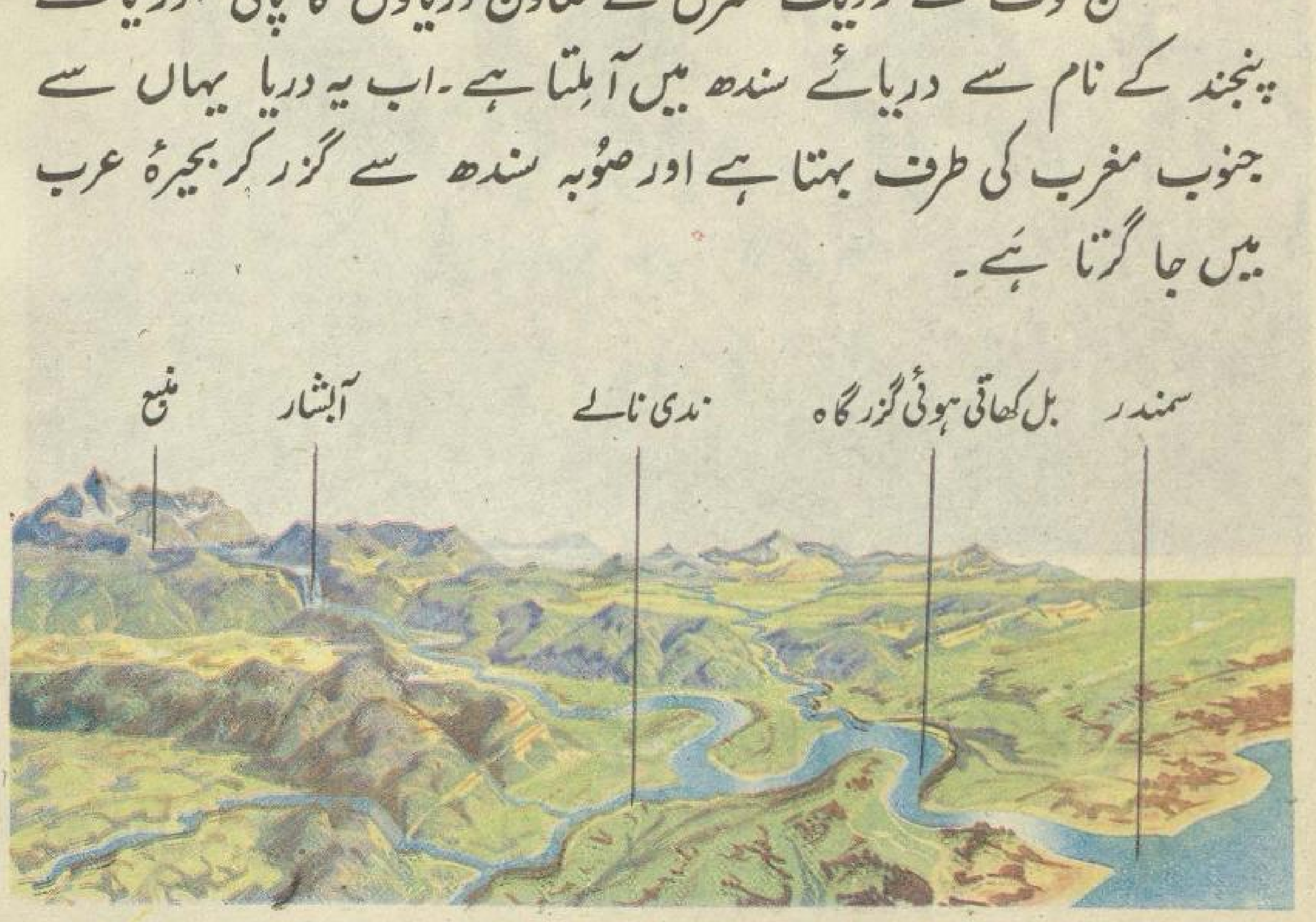

دریائے ستلج

دریائے ستلج، کوہ ہمالیہ میں تبت سے نکلتا ہے اور دُور تک پہلے بھارتی علاقہ میں بہتا ہے، پھر کچھ دُور بھارت اور پاکستان کی سرحد بناتا ہُوا بالآخر سلیمانکی کے قریب صوبہ پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں یہ دریا مغربی رُخ پر بہتا ہے اور پنجند کے مقام پر دریائے چناب میں جا ملتا ہے۔

دریائے راوی

دریائے راوی، کشمیر کے پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ یہ دریا بھارت کے عِلاقے میں بہتا ہُوا، لاہور کے قریب ہمارے صُوبے میں داخل ہوتا ہے اور جنوب مغربی رُخ پر بہتا ہُوا پنجاب کے میدانی عِلاقے کو سیراب کرتا ہے۔ دریائے راوی میں دُوسرے دریاؤں کی نسبت کم پانی ہے۔ سدھنائی سے ذرا آگے یہ دریا، دریائے چناب میں شامل ہو جاتا ہے۔

دریائے چناب

دریائے چناب، جمّوں کے پہاڑوں سے گزر کر مرالہ کے نزدیک ہمارے صوبے میں داخل ہوتا ہے۔ اِس دریا کا پاٹ چوڑا ہے۔ تریموں کے نزدیک دریائے جہلم اِس میں شامل ہو جاتا ہے اور ضلع ملتان میں دریائے راوی اِس میں آملتا ہے۔ پھر پنجند کے مقام پر پنجاب کے پانچوں دریا اکٹھے ہو جاتے ہیں جہاں سے مٹھن کوٹ تک یہ پانی دریائے پنجند کے نام سے بہتا ہے اور آخر میں یہ سارا پانی دریائے سندھ میں شامل ہو جاتا ہے۔

دریائے جہلم

دریائے جہلم، کشمیر کی وادی سے گزر کر صُوبہ پنجاب کی سرحد کے ساتھ بہتا ہُوا، منگلا کے قریب میدانی عِلاقے میں داخل ہوتا ہے۔ یہ دریا کچھ دُور کوہِ نمک کے مشرقی جانب بہتا ہے اور

پھر اِس کا رُخ جنُوب کی طرف ہو جاتا ہے۔ ضلع جھنگ میں تریموں کے نزدیک یہ دریا، دریائے چناب سے جا مِلتا ہے۔

سوالات

1 ۔ صُوبہ پنجاب کا محلِّ وقوع بیان کریں ؟

2 ۔ صُوبہ پنجاب کے سطح کے لحاظ سے حصّوں کے نام لکھیں۔

3 ۔ بیٹ یا کھادر کِسے کہتے ہیں ؟

4 ۔ دوآبہ کِسے کہتے ہیں؟ صُوبہ پنجاب کے دوآبوں کے نام لکھیں۔

5 ۔ صُوبہ پنجاب میں بہنے والے دریاؤں کے نام لکھیں نیز کسی ایک دریا پر مختصر نوٹ لکھیں۔

6 ۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(i) پتھریلی اور بلند قسم کی سطح زمین ________ کہلاتی ہے۔

(ii) دو پہاڑوں کے درمیان نشیبی علاقہ ________ کہلاتا ہے۔

(iii) صُوبہ پنجاب کے مغرب میں کوہ ________ کا کچُھ حِصّہ ہے۔

(iv) مری کے پہاڑوں کی بلندی سطح سمندر سے ________ میٹر ہے۔

(v) پنجاب کا میدان ________ لائی ہوئی مٹی سے بنا ہے۔

(vi) دریائے سندھ کوہ ________ کے پار چین میں جھیل ________ سے نکلتا ہے۔

7 ۔ پنجاب کے خاکہ میں دریاؤں کے نام لکھیں۔

2

آب و ہوا

صُوبہ پنجاب میں مئی اور جُون کے مہینوں میں سخت گرمی پڑتی ہے۔ بعض مقامات پر دن کے وقت درجۂ حرارت 45° سینٹی گریڈ سے بڑھ جاتا ہے۔ دھوپ اِتنی تیز ہوتی ہے کہ کپڑے دھو کر باہر ڈالیں تو جلد ہی خشک ہو جاتے ہیں۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ کپڑے خُشک کیوں کر ہو جاتے ہیں؟ بھئی! کپڑوں کا یہ پانی سُورج کی گرمی سے بُخارات بن کر ہَوا کے ساتھ مِل جاتا ہے جس طرح پکتی ہُوئی ہنڈیا میں سے بھاپ اُوپر کو اُٹھتی ہے، اُسی طرح یہ بُخارات بھی اُوپر ہی کو اُٹھتے ہیں۔

درخت اور گھاس بھی سُورج کی گرمی سے نہیں بچ پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ موسمِ گرما میں ہم پودوں کو زیادہ پانی دیتے رہتے ہیں۔ جب سُورج کی شعاعیں سمندر، تالاب یا جھیل پر پڑتی ہیں تو بہت زیادہ بُخارات اُٹھتے ہیں، جو ہَوا میں مِل جاتے ہیں۔ جب یہ بُخارات اُوپر جا کر آپس میں مِل جاتے ہیں تو ہمیں بادلوں کی صُورت میں نظر آنے لگتے ہیں۔ بخارات والی ہوا اور اُوپر جا کر ٹھنڈی ہو جاتی ہے تو بارش برسنے لگتی ہے۔ آب و ہوا کو خوش گوار بنانے اور بارش کے لانے میں جنگلات کا بڑا حصّہ ہے۔

اکتوبر اور نومبر کے مہینوں میں نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے ، نہ زیادہ سردی لیکن دسمبر اور جنوری میں تو سخت سردی پڑتی ہے۔ اِس موسم میں اگر صبحُ سویرے سیر کرنے باہر نکلیں تو ہمیں گھاس پر پانی کے ننھّے ننھّے قطرے نظر آتے ہیں۔ یہ بُخارات ہی تو ہیں جو سردی کی وجہ سے پانی کے قطرے بن کر گھاس پر جم گئے ہیں۔ اِن ننھّے ننھّے قطروں کو شبنم کہتے ہیں۔

پنجاب کے مختلف حِصّوں کے موسم اور آب و ہَوا:۔

ہم نے پڑھا کہ مئی اور جُون کے مہینوں میں خُوب گرمی پڑتی ہے۔ دن کے وقت گرم ہَوا چلتی ہے اور دوپہر کو کام کرنا مُشکل ہو جاتا ہے۔ اِنھیں دِنوں سمندر سے خُوب بُخارات اُٹھتے ہیں۔ ہمارے صُوبے کے جنُوب میں صُوبہ سندھ اور جنُوب مغرب میں صُوبہ بلوچستان ہے۔ اِن صُوبوں کے جنُوب میں سمندر ہے جسے بحیرۂ عرب کہتے ہیں۔ اِس سمندر سے پانی کے بُخارات اُٹھتے ہیں جو ہمارے صوبے کی طرف آنے والی ہَواؤں میں مِل جاتے ہیں۔ جولائی اور اگست کے مہینوں میں یہ بُخارات والی ہوائیں بارش برساتی ہیں۔ ان کو موسمِ گرما کی مون سون ہَوا کہتے ہیں۔ بارش کی بدولت موسم خوشگوار ہو جاتا ہے۔

دسمبر اور جنوری سخت سردی کے مہینے ہیں۔ درجۂ حرارت 5 سینٹی گریڈ تک بھی گر جاتا ہے۔ موسمِ سرما میں سمندر کی طرف سے ہوائیں نہیں آتیں، اِس لیے بارش بہت کم ہوتی ہے لیکن جو بھی تھوڑی بہت بارش ہوتی ہے، فصلوں کے لیے بہت مُفید ہوتی ہے۔ خاص طور پر گندم کی فصل کے لیے تو یہ "سونے کی بوندیں" ہوتی ہیں۔

شمالی پہاڑی علاقوں کی آب وہوا

اِس صُوبے میں موسمِ گرما میں بہت گرمی پڑتی ہے اور سردیوں میں سردی، لیکن شمالی بلند پہاڑی علاقے، میدانی علاقوں کے مقابلے میں زیادہ سرد ہوتے ہیں۔ یہ علاقے ضلع راولپنڈی کی تحصیل مری اور تحصیل کوٹلی ستیاں میں واقع ہیں۔ گرمیوں میں مری کا موسم بہت خوشگوار ہوتا ہے۔

اِس پہاڑی علاقے میں گرمیوں کے مہینوں میں خوب بارش ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے پہاڑی ڈھلانیں جنگلات سے ڈھکی ہوتی ہیں۔ یہاں سال بھر میں قریباً ملی میٹر بارش ہو جاتی ہے۔ سردیوں کے مہینوں میں تو یہ پہاڑیاں سفید سفید برف سے ڈھک جاتی ہیں۔ مکانوں کی چھتوں اور سڑکوں پر برف ہی برف نظر آتی ہے۔ خوب سردی پڑتی ہے، لوگ گھروں سے بہت کم نکلتے ہیں۔ لوگ اپنے مویشیوں کے لیے پہلے ہی سے گھاس کاٹ کر گٹھے بنا کر رکھ لیتے ہیں تاکہ مویشی بھوکے نہ رہیں۔

دامنی پہاڑی علاقے

شمالی پہاڑی علاقے کے ساتھ والے دامنی پہاڑی علاقوں میں بھی گرمی کم پڑتی ہے۔ جو ہوائیں پہاڑ سے ہو کر آتی ہیں، وہ اپنے ساتھ بارش لاتی ہیں۔ یہاں بارش پہاڑی علاقے کی نسبت تو

کم ہوتی ہے ۔ البتّہ وسطی اور جنوبی میدان کی نسبت زیادہ ہوتی ہے ۔ اِن علاقوں میں ضِلع سیالکوٹ ، ضِلع گجرات ، ضِلع جہلم ، ضِلع راولپنڈی اور ضِلع اٹک کے شمالی عِلاقے شامِل ہیں ۔

وسطی اَضلاع صُوبے کے وسطی اضلاع گوجرانوالہ ، لاہور ، شیخوپورہ ، اوکاڑہ ، ساہیوال اور فیصل آباد گرمیوں میں بہُت گرم اور سردیوں میں سَرد ہوتے ہیں ۔ جولائی اور اگست میں بارشیں ہوتی ہیں ۔ یہ بارش زیادہ تر مون سون ہوائیں لاتی ہیں ۔ اِن علاقوں میں بارش قریباً 200 ملی میٹر سالانہ ہوتی ہے یہاں بارش تو کم ہوتی ہے ۔ البتّہ نہروں کی بدولت خُوب کھیتی باڑی کی جاتی ہے ۔

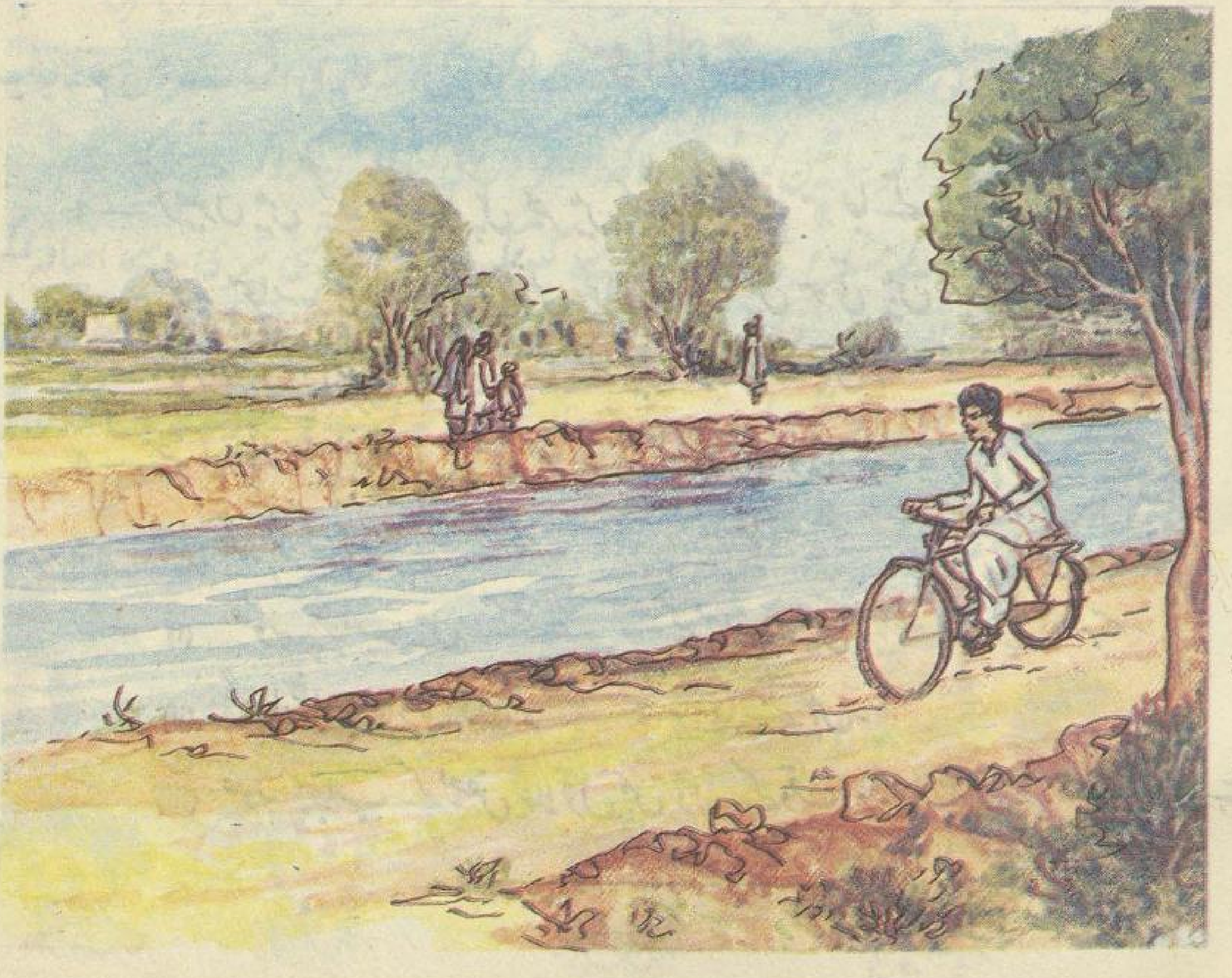

جنوبی اور مغربی اضلاع

جوں جوں، ہم اِس صوبے کے جنوب اور مغربی اضلاع مثلاً بہاول پور، راجن پور، بھکر، لیہّ، خوشاب ڈیرہ غازی خان اور میانوالی میں جائیں، بارش کم ہوتی جاتی ہے، ان علاقوں میں گرمیوں کا موسم لمبا ہوتا ہے اور شدید گرمی پڑتی ہے۔ سردی صرف دسمبر اور جنوری ہی میں پڑتی ہے۔ بارش قریباً 100 ملی میٹر تک ہوتی ہے۔ اِن عِلاقوں میں مئی اور جُون کے مہینوں میں خُوب آندھیاں چلتی ہیں۔ اِن آندھیوں کی وجہ سے فصلوں کو بہُت نقصان پُہنچتا ہے۔

سوالات

1 — گرمیوں میں گیلے کپڑے پَل بھر میں کیوں خُشک ہو جاتے ہیں ؟

2 — صُوبہ پنجاب میں زیادہ بارشیں کن اضلاع میں ہوتی ہیں ؟

3 — بُخارات کس طرح بارش برسانے میں مدد کرتے ہیں ؟

4 — جنوبی اور مغربی اضلاع میں تقریباً کتنی بارش ہوتی ہے ؟

5 — خالی جگہ پُر کریں۔

(i) صُوبہ پنجاب میں ______ کے مہینوں میں زیادہ گرمی پڑتی ہے۔

(ii) اگر بارشیں زیادہ ہوں تو ______ آجاتے ہیں۔

(iii) صوبہ پنجاب کے بعض علاقوں میں دن کے وقت درجۂ حرارت ______ تک پہنچ جاتا ہے۔

3

آبادی اور پیشے

1981 کی مردم شماری کے مطابق پنجاب کی کُل آبادی قریباً چار کروڑ بہتّر لاکھ تھی۔ اب یہ آبادی 1998 کی مردم شماری کے مطابق قریباً 7 کروڑ 26 لاکھ ہے۔ کُل آبادی میں بچّے بوڑھے سب شامل ہیں۔ بڑے اور جوان لوگ کام کرتے اور کماتے ہیں۔ اِس طرح وہ اپنے بچّوں کی پرورش کرتے ہیں اور گھر کے بوڑھے لوگوں کی ذمہ داری اٹھاتے ہیں۔ پنجاب میں خواتین کی تعداد قریباً تین کروڑ 51 لاکھ اور مردوں کی تعداد تین کروڑ 75 لاکھ ہے۔

ہمیں آبادی کے مسئلہ پر قابو پانا چاہیے کیونکہ آمدنی میں اِتنی تیزی سے اضافہ ممکن نہیں۔ لوگ دیہاتوں سے نوکری کی تلاش میں شہروں کی طرف جانا شروع ہو گئے ہیں اس سے کھیتی باڑی پر اثر پڑ رہا ہے۔ کسان اگر محنت نہ کرے تو ہمارے ہاں خوراک کی کمی ہو جائے گی۔

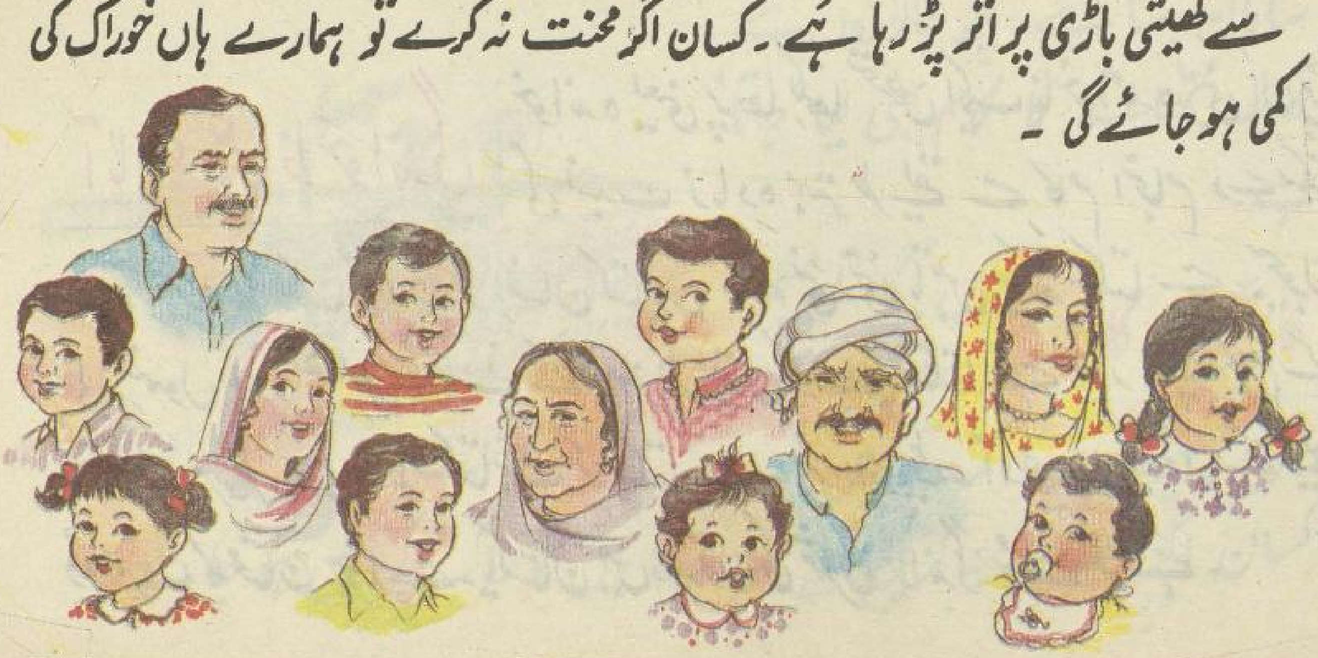

آبادی

صُوبہ پنجاب

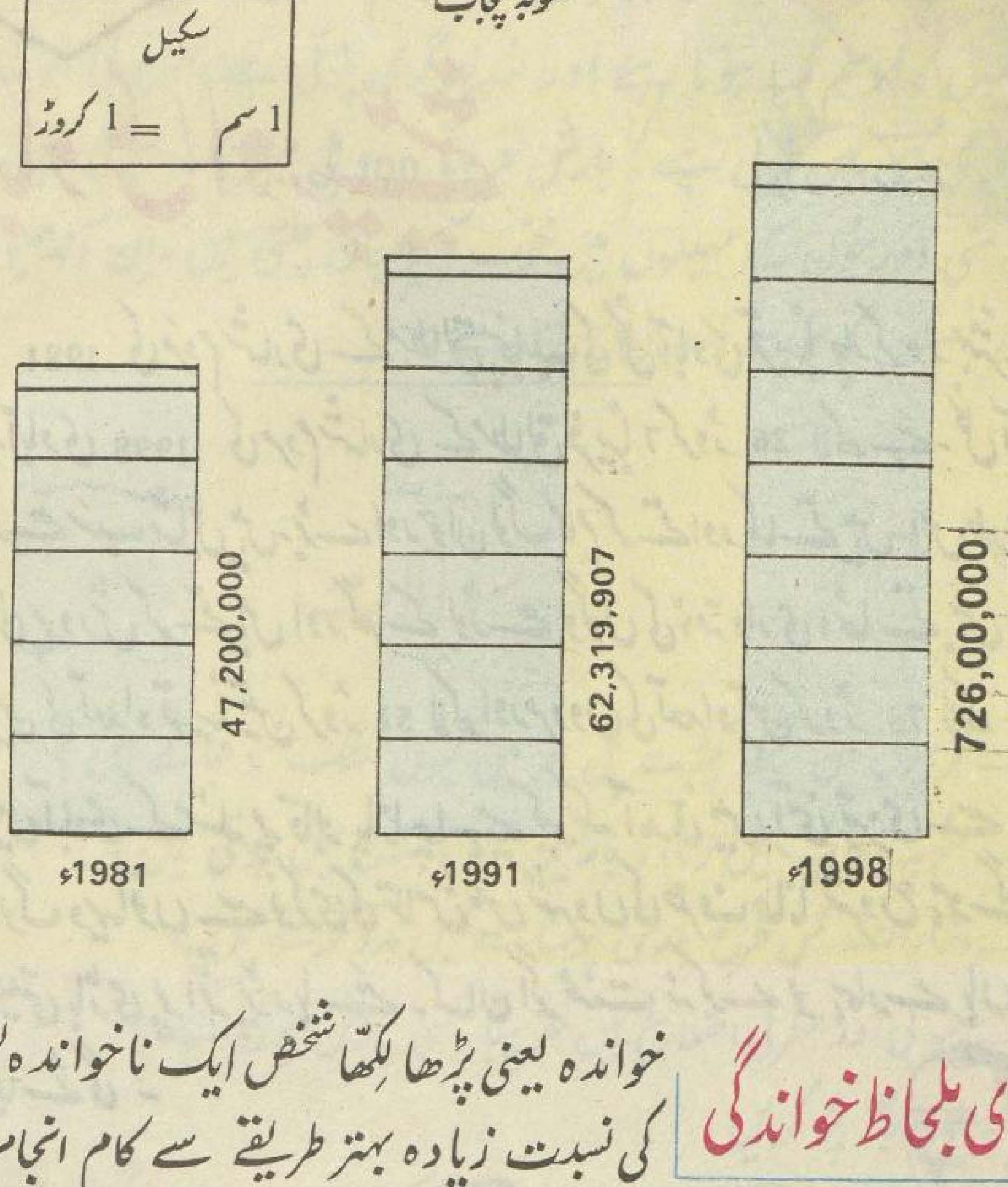

آبادی بلحاظ خواندگی

خواندہ یعنی پڑھا لکھّا شخص ایک ناخواندہ یعنی اَن پڑھ کی نسبت زیادہ بہتر طریقے سے کام انجام دے سکتا ہے۔ پڑھنا لکھنا آتا ہو تو اِنسان کتابوں سے نئی نئی باتیں سیکھ سکتا ہے۔ بیجوں کی قِسموں اور فصلیں اُگانے کے بہتر طریقوں کو جان سکتا ہے اور اپنے کام کے متعلّق ہر طرح کی خط کتابت کر سکتا ہے۔ مگر اَن پڑھ آدمی اِن باتوں کے لیے دُوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ پاکستان میں عورتوں کی شرح خواندگی بہُت کم ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ پاکستان میں پڑھے لکھے لوگ بہت کم ہیں۔ محکمۂ مردم شماری کے اندازے کے مطابق ہماری آبادی میں 100 میں سے قریباً 45 افراد پڑھے لکھے ہیں اور باقی 55 افراد اَن پڑھ ہیں۔

آبادی بلحاظِ پیشہ

تیسری جماعت میں ہم نے پڑھا تھا کہ لوگ مختلف قسم کے کام کرتے ہیں۔ کسان زمین کاشت کر کے فصلیں اُگاتے ہیں، انجنیئر اور مِلّوں کے مزدور روزانہ استعمال کی دیگر چیزیں تیار کرتے ہیں۔ اِسی طرح اُستاد محنت سے ہمیں تعلیم دیتے ہیں اور ڈاکٹر بیماریوں کا علاج کرتے ہیں۔ یہ سب اُن کے پیشے ہیں۔ مُلک کی ترقّی کے لیے ہر قسم کا کام کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

چرواہے

مویشی پالتے ہیں۔ مویشیوں سے ہمیں دُودھ اور گوشت ملتا ہے۔ بھیڑوں اور بکریوں کی اُون گرم کپڑے بنانے کے کام آتی ہے۔ بعض جانوروں کے چمڑے سے جُوتے اور دیگر سامان بنتا ہے۔ کچھ جانوروں سے بُوجھ اُٹھانے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

کاشت کار

کاشت کار

فصلیں اُگاتے ہیں اور ہمارے لیے اناج وغیرہ پیدا کرتے ہیں۔ کسان اگر محنت نہ کریں تو ہمارے ہاں خوراک کی کمی ہو جائے۔

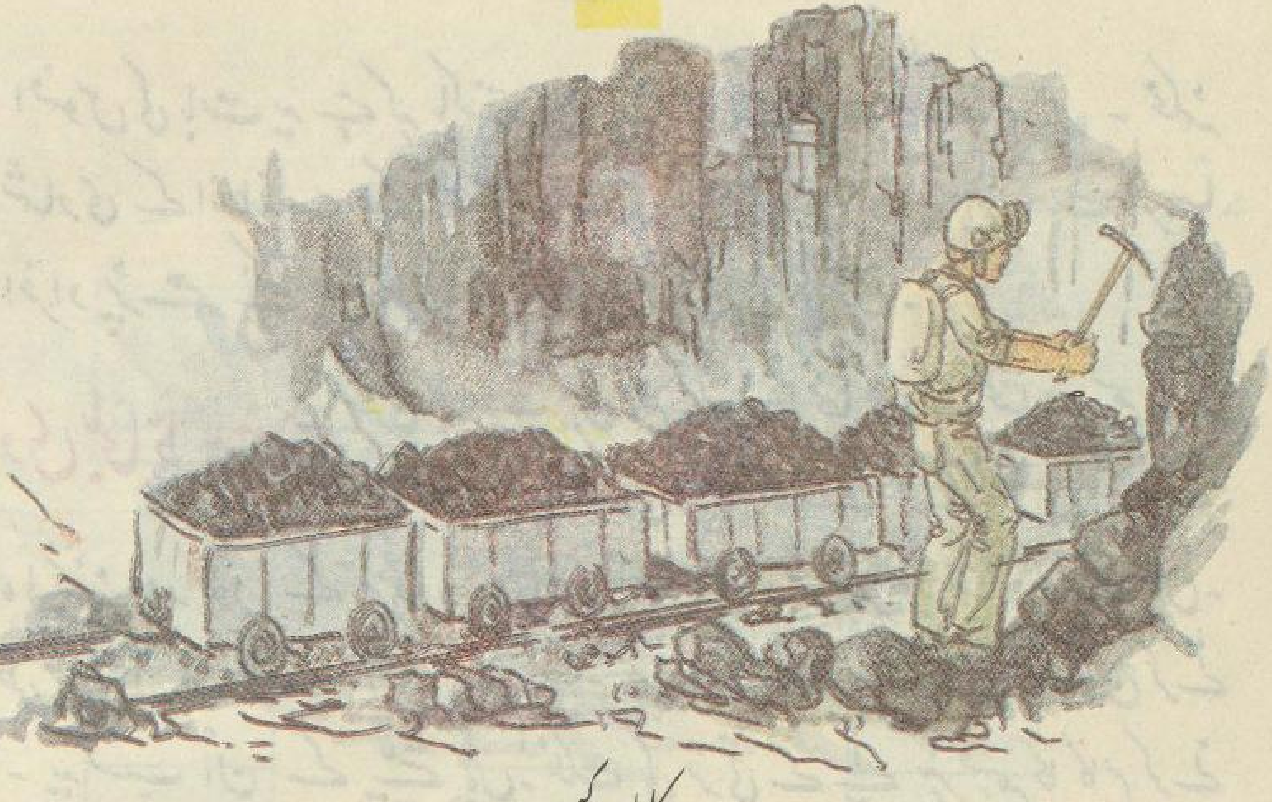

کان کن

کان کن کانیں کھود کر زمین کے نیچے چھپی ہوئی معدنیات تلاش کرتے ہیں۔ مثلاً لوہا، کوئلہ، نمک وغیرہ۔ اِن معدنیات کی بدولت مُلک کو بہُت فائدہ ہوتا ہے۔

دست کار و انجنیئر بڑھئی، لوہار، کمُھار، جولاہے وغیرہ ہماری ضرورت کا سامان تیاّر کرتے ہیں۔ اِس کے علاوہ بڑے بڑے کارخانوں میں بھی ہماری ضرورت کی چیزیں تیاّر کی جاتی ہیں۔ اِن کارخانوں میں زیادہ کام مشینوں کے ذریعے ہوتا ہے۔

اِن مشینوں پر کاریگر، انجنیئروں کی نگرانی میں کام کرتے ہیں۔ مزُدور بھی دِن

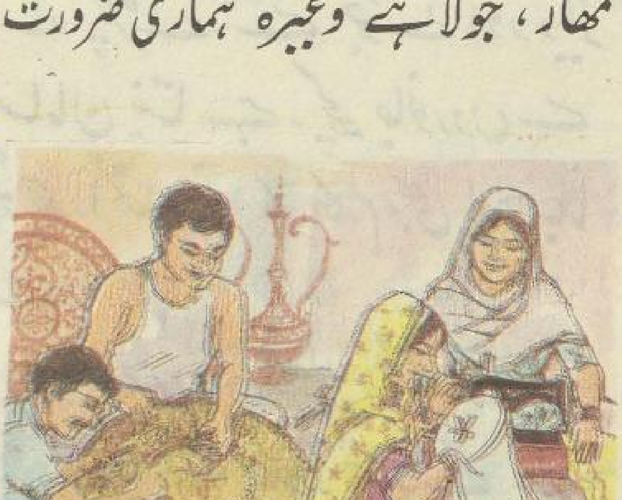

دست کار

رات کارخانوں میں کام کرتے ہیں اور اِس طرح ہمیں ہر چیز آسانی سے مِل جاتی ہے۔

مُلک کی ترقی میں عورتوں کا حِصّہ

اب مُلک کی ترقی میں عورتیں بھی بہت مُفید کردار ادا کرتی ہیں۔

ہمارے دیہاتوں کی عورتیں دن رات مصروف رہتی ہیں کاشتکار تو کھیتوں میں ہل وغیرہ چلاتے ہیں عورتیں ان کے لیے کھانا لے کر جاتی ہیں۔

اس کے علاوہ مویشیوں کی دیکھ بھال کرنا ان کے لیے چارہ کاٹنا بھی ان کے ذمے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کھیتوں میں بھی کام کرتی ہیں۔ مثلاً کپاس چُننا فصلوں کو جڑی بوٹیوں سے صاف کرنا۔

دستکاری میں عورتوں کا حصّہ

عورتیں گھروں میں سوت کاتتی ہیں۔ کھڈیوں پر کپڑا بُنتی ہیں۔

کڑھائی وغیرہ کا کام

بازاروں میں خوبصورت کڑھائی اور شیشے کا کام ملتا ہے۔ اِسے عورتیں تیار کرتی ہیں۔

شہروں میں مُلازمت کرنا

شہروں میں عورتیں اب ہر شعبے میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہیں۔ ہر شعبہ میں کام کرنے والی عورتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ عورتیں، ڈاکٹر، وکیل، استاد اور جج ہیں۔ وہ ہوائی جہاز بھی چلاتی ہیں۔

اِنسان کو سہولتیں پہنچانے والے لوگ

چند لوگ ایسے ہیں جو باقی لوگوں کی بہتری کے لیے کام کرتے ہیں، مثلاً اُستاد، ڈاکٹر، نرس، وکیل، تاجر، بینک کار، دفتری مُلازم، سپاہی اور فوجی وغیرہ۔

اُستاد ہمیں پڑھنا لکھنا سِکھاتے ہیں۔ ڈاکٹر اور نرس ہماری صحت کا خیال رکھتے ہیں اور بیماریوں کا عِلاج کرتے ہیں۔ پولیس والے ہمیں چور اچکوں سے

بچاتے ہیں اور امن و امان قائم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ فوج کے سپاہی مُلک کی حفاظت کرتے ہیں۔

تاجر لوگ سامان کا لین دین کرتے ہیں۔ دیہات سے فصلیں شہروں کو لاتے ہیں اور شہروں میں تیّار ہونے والا سامان لا کر گاؤں میں بیچتے ہیں۔ بینک میں کام کرنے والے بچت کا پیسہ اکٹّھا کرتے ہیں اور مُختلف کاموں کے لیے قرض دیتے ہیں۔ دفتری ملازم الگ الگ محکموں کے دفتروں میں اپنا اپنا فرض انجام دیتے ہیں۔

سوالات

1 — خواندہ کسے کہتے ہیں؟

2 — پڑھنے لکھنے کا کیا فائدہ ہے؟

3 — کان کَن کسے کہتے ہیں؟

4 — کون لوگ ہمیں سہُولتیں پہنچاتے ہیں؟

5 — خالی جگہ پُر کریں:

(i) 1998ء کی مردم شماری کے مطابق پنجاب کی کُل آبادی قریباً ________ ہے۔

(ii) مویشیوں سے ہمیں دُودھ، گھی اور ________ ملتا ہے۔

(iii) ہماری آبادی میں 100 میں سے قریباً ________ افراد پڑھے لکھے ہیں۔

(iv) تاجر لوگ ________ کا لین دین کرتے ہیں۔

(v) کارخانوں کو چلانے کے لیے ________ دن رات محنت کرتے ہیں۔

4

جنگلات اور چراگاہیں

درخت بہت کام کی چیز ہے ان کے سبز پتّے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں سائے میں انسان ہی نہیں بلکہ مویشی بھی بیٹھتے ہیں اِن کی لکڑی سے ہم چارپائی، دروازے، کھڑکیاں، چھتوں کے بالے، کھیلوں کا سامان اور فرنیچر وغیرہ بناتے ہیں۔

پھل دار درختوں سے ہم پھل حاصل کرتے ہیں جو صحت کے لیے بہت مفید ہوتے ہیں۔ درخت ہوا میں ٹھنڈک پیدا کرتے ہیں۔ بارش کا باعث بنتے ہیں اور آکسیجن چھوڑ کر ہوا کو آلودگی سے پاک کرتے ہیں۔ ہمارے صوبے کے شمالی علاقوں میں بلند پہاڑ پائے جاتے ہیں وہاں بارش بھی زیادہ ہوتی ہے یہاں کے جنگلات کی لکڑی نرم لیکن پائیدار ہوتی ہے۔آیئے ان پہاڑوں کی سیر کریں:۔

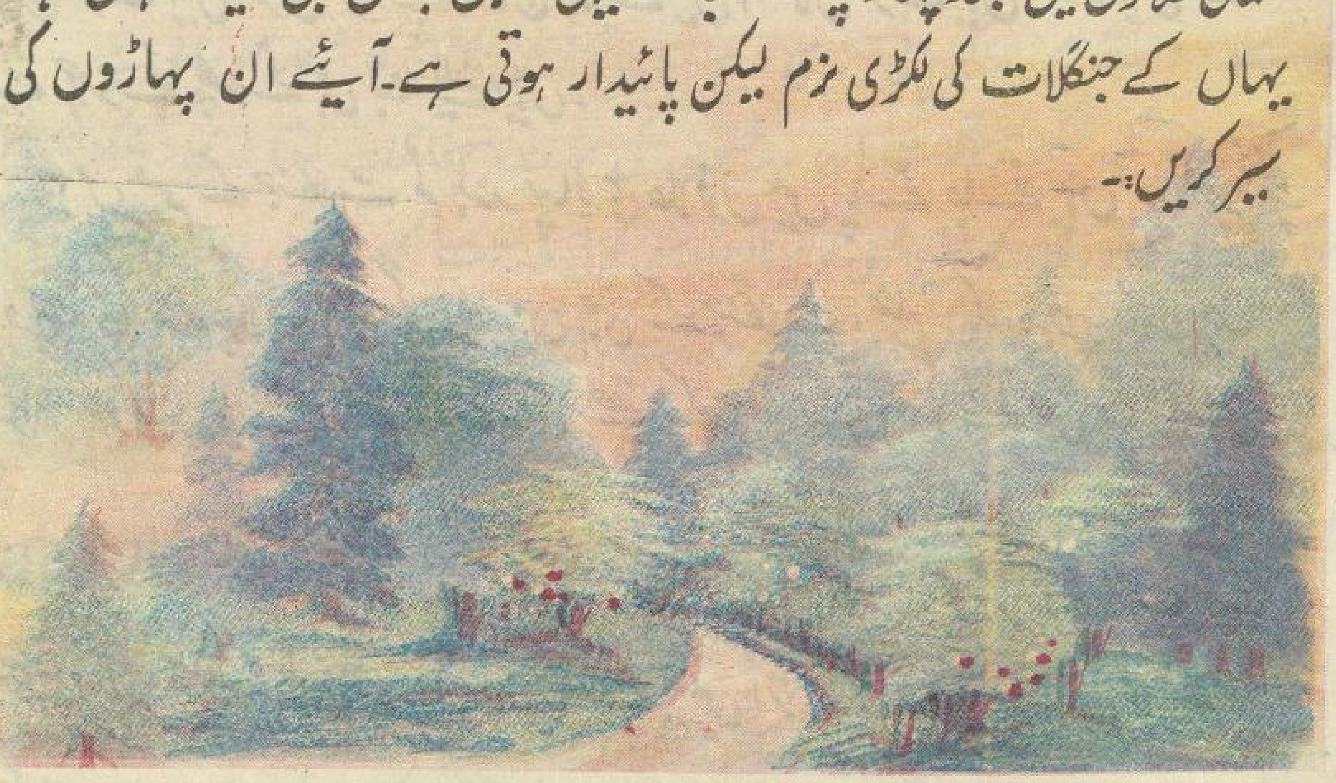

دامنِ کوہ کے جنگلات

بس راولپنڈی سے مَری کے لیے روانہ ہُوئی۔مَیدانی علاقہ مِنٹوں میں طے ہو گیا۔قریباً 27 کلومیٹر کے بعد اَب بس کی رفتار سُست پڑ گئی۔ اوہو! پہاڑی علاقہ شرُوع ہو گیا ہے۔سڑک بَل کھاتی ہُوئی اُوپر جا رہی ہے۔ سڑک کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے درخت نظر آنے لگے ہیں۔اِن کی پھیلی ہُوئی شاخوں پر چھوٹے چھوٹے پتّے لگے ہُوئے ہیں۔ اِن میں اکثر درخت کاہُو اور پھُلاہی کے ہیں۔کہیں کہیں لکڑیوں کے ڈھیر لگے ہُوئے ہیں اور لوگ اِن خُشک لکڑیوں کو اُونٹوں پر لاد رہے ہیں۔یہ لکڑی جلانے کے کام آتی ہے۔ وہاں سے اِس لکڑی کو میدانی علاقوں میں لے جایا جاتا ہے جہاں اِسے مہنگے داموں بیچا جاتا ہے۔

کاہُو کی لکڑی بہُت مضبُوط ہوتی ہے۔یہ لکڑی کسّی، کلہاڑی اور کدال کے دستے بنانے میں استعمال کی جاتی ہے۔ پھُلاہی کی مسواک دانتوں کو خوُب چمکاتی ہے۔ مقامی لوگ اِس لکڑی کو اپنے مکان بنانے میں استعمال کرتے ہیں اور اِسی سے اپنے چھوٹے چھوٹے ہَل بنا لیتے ہیں۔

اِس قسِم کے جنگلات کم بلند پہاڑی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ ضِلع راولپنڈی کے عِلاوہ ضِلع گجرات میں پبّی کے جنگلات، ضِلع اٹک میں کالا چِٹا کے جنگلات اور ضِلع جہلم کے شمالی حِصّے کے جنگلات اِس خِطّے میں شامِل ہیں۔

شمالی پہاڑی علاقے کے جنگلات

جُوں جُوں مَری قریب آ رہا ہے۔سڑک کے دونوں طرف دُور دُور تک اُونچے درخت نظر آنے لگے ہیں۔دل چاہتا ہے یہیں اُتر پڑیں اور درختوں کا نظارہ کریں۔

لو! "چھرّا پانی" کے ہوٹل آ گئے۔ بس رُک گئی۔ ذرا اُتر کر تو دیکھیں۔ کیسا پیارا منظر ہے! وہ سامنے دیکھیں ساملی کا ہسپتال ہے۔ بعض بیماریوں میں مبتلا مریض جو میدانی علاقے میں اچھّے نہیں ہوتے، یہاں آکر تندرست ہو جاتے ہیں۔ اب سمجھ میں آیا کہ اِن سرسبز پہاڑی علاقوں کو صحت افزا مقام کیوں کہتے ہیں۔

یہ چیل کے درخت ہیں۔ اِن کے پتّے پتلے اور نوک دار ہوتے ہیں اور سردیوں میں بھی نہیں مُرجھاتے۔ اِن درختوں کی لکڑی نرم ہوتی ہے۔ اس سے فرنیچر اور کھڑکیاں دروازے بنائے جاتے ہیں۔

بس دوبارہ چل پڑی۔ بس کی رفتار اور بھی سُست ہو گئی۔ چڑھائی بھی تو بہُت زیادہ ہے۔ اب تو درخت اور بھی زیادہ گنجان ہو گئے ہیں۔ اِن کی اُونچائی چیل کے درختوں سے بھی زیادہ ہے۔ یہ دیو دار، پُڑتل اور صنوبر کے درخت ہیں۔ درختوں کے ساتھ ساتھ بے شُمار جھاڑی نما پودے بھی اُگے ہوئے ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو یہ بڑے بڑے درخت اور پودے پانی کو تیزی سے بہنے سے روکتے ہیں۔ اگر پانی تیزی سے بہے تو زمین کٹاؤ کا شکار ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محکمہ جنگلات اِن درختوں کی بہُت حفاظت کرتا ہے۔ محکمہ جنگلات کی منظوری کے بغیر کسی کو یہاں سے کوئی درخت کاٹنے کی اجازت نہیں۔ اِس علاقے میں محکمہ جنگلات سال بھر درخت لگاتا رہتا ہے تاکہ درختوں کی تعداد کم نہ ہونے پائے۔ تحصیل مری اور تحصیل کہوٹہ کے جنگلات شمالی پہاڑی علاقے کے جنگلات میں شامل ہیں۔

خشک کوہستانی جنگلات

کوہستانِ نمک، ضلع جہلم کے وسطی حِصّے میں پھیلا ہُوا ہے۔ اِس کے کچھ حِصّے ضلع خوشاب در ضلع میانوالی میں بھی واقع ہیں۔ اِن پہاڑوں پر بارش کم ہوتی ہے، اِس

لیے یہ مُری کی طرح سرسبز پہاڑ نہیں۔ یہاں کانٹے دار درخت اور جھاڑیاں پائی جاتی ہیں۔ اگر ہم چکوال سے خوشاب تک بس میں سفر کریں تو ہمارا راستہ کوہستانِ نمک سے گزرتا ہے۔ یہاں پہاڑی کیکر، کاہو، پھلاہی، فراش اور بیر کے درخت دیکھنے میں آتے ہیں۔ بکری اِن درختوں کے پتّوں کو کھانے میں بڑی ہوشیاری سے کام لیتی ہے۔ اِن درختوں کے قَد چھوٹے ہوتے ہیں، اِس لیے بکری آسانی سے اپنے اگلے پاؤں اُٹھا کر شاخوں تک پہنچ جاتی ہے۔ بکری تو جھاڑیوں کے پتّوں کو بھی نہیں چھوڑتی۔ اِس عِلاقے میں چھوٹے قد کی گائیں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ گائیں گھاس شوق سے کھاتی ہیں۔ اُونٹ بھی اِنھیں جھاڑیوں اور درختوں کے پتّوں پر گزارہ کرلیتا ہے۔

اِن درختوں کی لکڑی جلانے کے کام آتی ہے۔ یہاں کے لوگ لکڑی اُونٹوں پر لاد کر میدانی عِلاقوں میں لے جاتے ہیں اور اِسے بیچ کر اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لیتے ہیں۔

ڈیرہ غازی خاں کے علاقے اور راجن پور میں بارش کم ہوتی ہے، اِس لیے وہاں بھی کوہِ سلیمان کی ڈھلانوں پر اِسی قسم کے کانٹے دار درخت اور جھاڑیاں پائی جاتی ہیں

دریائی جنگلات

دریا کے کِناروں کے قریب کی زمین اکثر نمی والی ہوتی ہے، اِس لیے درخت آسانی سے اپنی جڑوں کے ذریعے پانی حاصل کرلیتے ہیں۔ ایسے جنگلات کو "بیلے" کہتے ہیں۔ اِن میں شیشم، سرس، پیپل، کیکر اور دھریک کے درخت عام ملتے ہیں۔ یہاں کی زمین زرخیز ہوتی ہے اور سرسبز جھاڑیاں عام نظر آتی ہیں۔ نرم نرم گھاس اور درختوں کے ملائم پتّے مویشیوں کا من بھاتا کھاجا ہے۔ چرواہے دن بھر یہاں مویشی چراتے ہیں۔

نہروں اور کھالوں کے کناروں پر بھی درخت عام ہوتے ہیں۔ وہاں بھی درختوں کی جڑوں کو پانی ملتا رہتا ہے۔ جب کسان ہل چلاتے تھک جاتے ہیں اور اُدھر دوپہر ہو جاتی ہے تو اِن درختوں کے نیچے آرام کرتے ہیں، کھانا کھاتے ہیں اور لسّی سے پیاس بجھاتے ہیں۔ کسان اپنے مویشیوں کو بھی اِن درختوں کی چھاؤں میں لے آتے ہیں۔

صُوبہ پنجاب میں صرف شمالی پہاڑی علاقوں میں بارش زیادہ ہوتی ہے۔ اِس لیے وہاں نرم لکڑی کے جنگلات پائے جاتے ہیں۔ باقی تمام حِصّوں میں بارش کم ہونے کی وجہ سے جنگلات بھی کم ہیں۔ اِن میں جو درخت پائے جاتے ہیں اُن کے قد چھوٹے ہوتے ہیں اور لکڑی بھی اچھّی قسم کی نہیں ہوتی۔ ہمیں اپنی ضرُوریات پُوری کرنے کے لیے بہُت سے درخت چاہییں، اِس لیے اِس کمی کو پُورا کرنے کے لیے خُود درخت لگانا ضروری ہے۔

نہری جنگلات

جب مُسلمان اور انگریز حُکمران یہاں آئے تو اُنھوں نے دریاؤں سے نہریں نکالیں، جا بجا درخت لگائے اور اچھّی اچھّی فصلیں پیدا کیں۔ جُوں جُوں آبادی بڑھتی گئی، نہروں کی ضُرورت بھی زیادہ ہوتی گئی۔ جب نہروں کا پانی عام ملنے لگا تو حکومت نے بڑے بڑے جنگلات لگانے شروع کر دیے۔

چھانگا مانگا کا جنگل

چھانگا مانگا کا جنگل پاکستان میں ہاتھ سے لگایا ہُوا سب سے بڑا جنگل ہے۔ یہ جنگل لاہور سے کراچی جانے والی ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ لاہور سے کوئی 70 کلومیٹر کے فاصلے پر لگایا گیا ہے۔ اِس جنگل سے جلانے اور فرنیچر بنانے کے لیے لکڑی حاصل ہوتی ہے۔

شرُوع شرُوع میں صرف شیشم کے درخت ہی لگائے گئے تھے۔ شیشم کی لکڑی بہُت کار آمد ہوتی ہے۔ اِس سے گھریلو سامان اور کھیتی باڑی کے لیے ہَل،

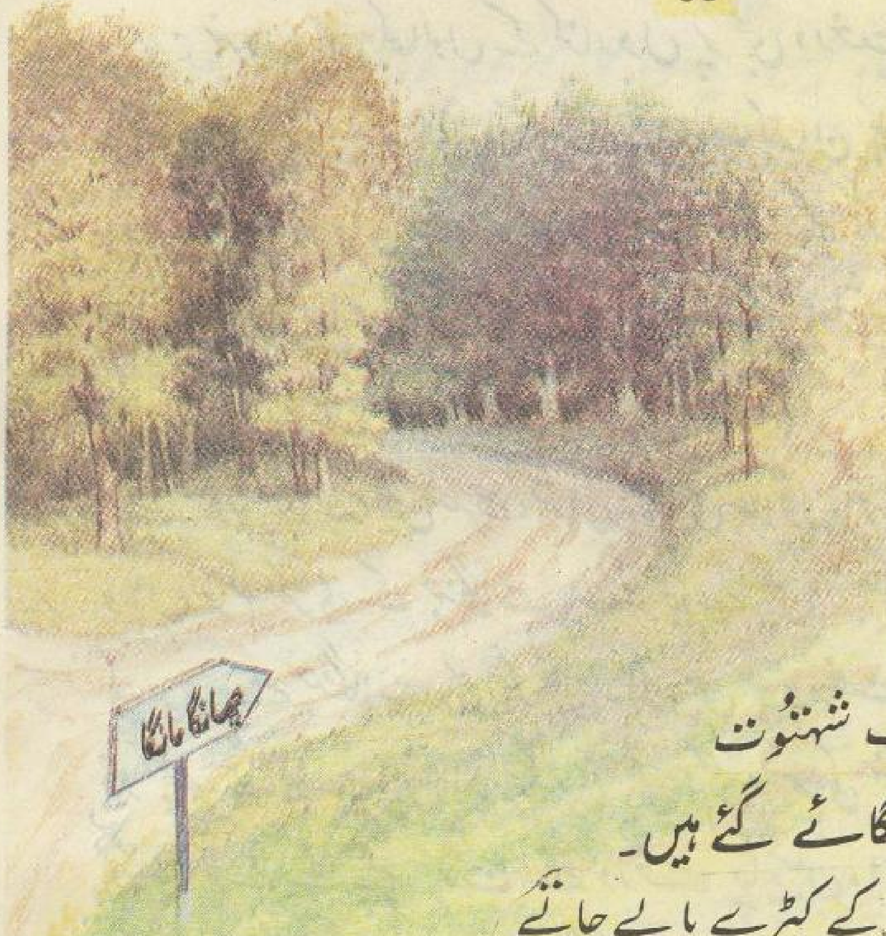

پنجالی، کھُرلی اور رہٹ
کا سامان بنایا جاتا ہے۔ اب شہتُوت
اور پاپلر کے درخت بھی لگائے گئے ہیں۔
شہتُوت کے پتّوں پر ریشم کے کیڑے پالے جاتے
ہیں، ٹہنیوں سے ٹوکریاں بنتی ہیں اور بڑی شاخوں کی لکڑی
سے کھیلوں کا سامان بنایا جاتا ہے۔

چھانگا مانگا کی طرح چیچا وطنی (ضِلع ساہیوال)، ڈِفر (ضِلع گجرات)، رجانہ (ٹوبہ ٹیک سنگھ) اور مظفر گڑھ کے ضِلعے میں بھی جنگلات لگائے گئے ہیں۔ اب اِن میں سرس، بکائن، سُنبل اور سفیدہ جیسے خُوبصورت درخت بھی نظر آتے ہیں۔ اِن جنگلات کی بدولت اب اِرد گرِد کے علاقوں میں زیادہ گرمی نہیں ہوتی اور نہ زیادہ آندھیاں آتی ہیں۔

تھل میں شجر کاری

ضِلع مُظفّر گڑھ، ضِلع لیّہ، ضِلع میانوالی، ضِلع بھکّر اور ضِلع خوشاب میں تھل کے وسیع علاقے شامِل ہیں۔ تھل کے عِلاقے میں آج سے قریباً پچیس سال پہلے ریت ہی ریت تھی۔ دُور دُور تک کوئی

درخت نظر نہیں آتا تھا۔ اِس علاقے کو آباد کرنے کے لیے کالا باغ کے قریب دریائے سِندھ پر ایک بند بنایا گیا جس کا نام ہمارے محبُوب رہنما قائدِ اعظم محمدؐ علی جناحؒ کے نام پر "جناح بیراج" رکھا گیا۔ اِس بند سے نہریں نکالی گئیں، لیکن شُروع شُروع میں یہ دِقّت پیش آئی کہ جب آندھیاں چلتیں تو نہریں اور کھالے ریت سے اَٹ جاتے۔ اِن آندھیوں کو روکنے اور نہروں کو ریت سے محفوظ رکھنے کے لیے اِن کے دونوں طرف درختوں کی قطاریں لگائی گئیں۔ اب ہم وہاں جس طرف بھی جائیں لہلہاتے کھیت نظر آتے ہیں۔ تھَل میں جا بجا درخت لگائے گئے ہیں۔ قریباً ہر دو گاؤں کے درمیان درختوں کا ایک ذخیرہ ہے جس میں گاؤں والے اپنے مویشی چراتے ہیں اور اپنی ضرُوریات کے لیے لکڑی حاصل کرتے ہیں۔ کہیں کہیں بڑے جنگلات بھی لگائے گئے ہیں۔ اِن میں رکھ غلاماں، عصمت پارک، سبزہ زار اور لیّہ کے جنگلات مشہور ہیں۔ آبادی کے بڑھ جانے سے لکڑی کا استعمال بھی بڑھ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے جنگلات میں کمی آ رہی ہے۔ درخت کٹ جائیں تو بارش کم ہوتی ہے۔ گرد و غبار زیادہ ہو جاتا ہے اور ماحول پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

چراگاہیں

ہمارے صُوبے کے جنُوب اور جنُوب مغربی حِصّے میں بارش بہُت کم ہوتی ہے۔ اِس لیے اِن علاقوں میں جہاں ابھی تک نہروں کا پانی نہیں

پُہنچا، درخت بہُت کم ہیں۔ وہاں صرف کانٹے دار جھاڑیاں، کیکر اور فراش کے درخت پائے جاتے ہیں ان علاقوں میں گھاس اُگ آتی ہے یہ گھاس اور جھاڑیاں ہی ان علاقوں کی دولت ہے۔ اِن چراگاہوں میں لاکھوں بھیڑیں اور بکریاں پالی جاتی ہیں جن سے ہم اُون اور گوشت حاصل کرتے ہیں۔ اِن چراگاہوں کی حفاظت بھی بڑی ضرُوری ہے۔ ہمیں چاہیے کہ چراگاہوں میں باری باری مویشی چرائیں تاکہ گھاس جڑ سے نہ اُکھڑ جائے۔ دُوسرے سال یہ چراگاہ پھر ہری ہو جائے گی اور ہمارے کام آئے گی۔

ایسے ریگستانی علاقوں میں کھجُور کا درخت عام ملتا ہے۔ اس درخت کی جڑیں لمبی ہوتی ہیں تاکہ یہ گہرائی سے بھی پانی حاصل کر سکے۔

جنگلی جانور

جہاں درختوں کی شاخوں پر رنگ برنگی چڑیاں، طوطے اور دیگر پرندے رہتے ہیں وہاں زمین پر کئی درندے دندناتے پھرتے ہیں۔ پنجاب میں مندرجہ ذیل درندے پائے جاتے ہیں۔

چیتا: ہمارے صوبے کے شمال میں مری اور پتریاٹا کے بلند پہاڑ ہیں اِن پہاڑوں پر چیتے پائے جاتے ہیں۔

بندر: مری کے جنگل میں جائیں تو درختوں پر چھلانگیں مارتے پھرتے ہیں۔ پنجاب میں بھیڑئیے اور گیدڑ بھی پائے جاتے ہیں ریچھ اور سؤر میدانی علاقے ضلع جھنگ، سرگودھا، ساہیوال وغیرہ کے ویران اور جنگل والے علاقے میں رہتے ہیں۔

ہرن: ہرن اور اِس قسم کے جانور کم بارش والے صحرائی علاقوں میں پائے جاتے ہیں یہ بہت تیز بھاگنے والا جانور ہے۔ کئی ہرنوں کے لمبے لمبے سینگ بھی ہوتے ہیں۔ یہ زیادہ تر بہاول پور میں پایا جاتا ہے۔

ہمارے صوبے کی حکومت نے جنگلی حیات کا محکمہ بھی قائم کیا ہے۔ جنگلی جانوروں کی حفاظت بھی کی جاتی ہے تاکہ ایسا نہ ہو انسان شکار کرنے کے شوق میں انھیں ختم نہ کر دے۔ حکومت نے کئی جانوروں کے شکار کی مکمل ممانعت کر دی ہے تاکہ اِس کی نسل ختم نہ ہو جائے۔

سوالات

1 — ہمارے صُوبے میں جنگلات کہاں کہاں پائے جاتے ہیں اور ان کے نام بتائیں؟

2 — پاکستان میں ہاتھ سے لگایا ہُوا سب سے بڑا جنگل کون سا ہے؟

3 — جنگلات کے فائدے مختصر طور پر لکھیں۔

4 — تھل کے علاقے میں کون سے ضلعے شامل ہیں اور تھل میں بڑے جنگلات کون سے ہیں؟

5 — ہمارے صُوبے کی چراگاہوں کے بارے میں مختصر طور پر بیان کریں۔

6 — خالی جگہ پُر کریں۔

(i) جناح بیراج دریائے ________ پر بنایا گیا ہے۔

(ii) شمالی پہاڑی جنگلات تحصیل ________ اور تحصیل ________ میں پائے جاتے ہیں۔

(iii) ریگستانی علاقوں میں ________ کا درخت عام مِلتا ہے۔

(iv) دریائی جنگلات کو ________ بھی کہتے ہیں۔

5

آب پاشی

1- نہریں صوبہ پنجاب میں کئی بڑے بڑے دریا ہیں جن میں سارا سال پانی بہتا رہتا ہے۔ دریاؤں کے پانی کو نہروں کی مدد سے آب پاشی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ نہری پانی کو راجباؤں اور کھالوں کی مدد سے کھیتوں تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

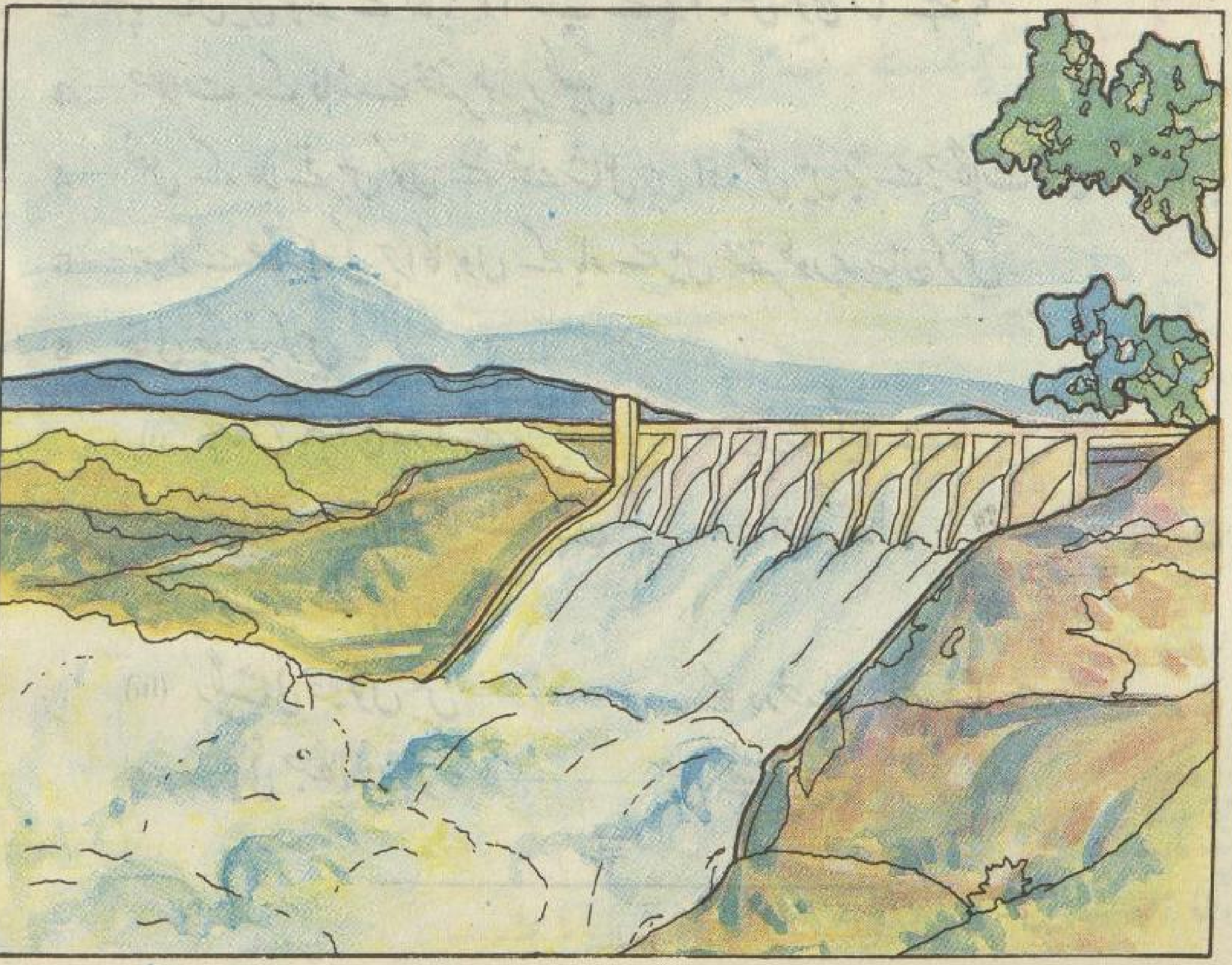

صُوبے بھر میں نہروں کا بہُت اچھّا انتظام کیا گیا ہے۔ پنجاب کا نہری نظام دُنیا کے بہترین نظاموں میں سے ایک ہے۔ اِن نہروں کا پانی، بارش کی کمی کو پُورا کرتا ہے اور ہماری فصلوں کی پیداوار بڑھاتا ہے۔ بڑی نہریں سینکڑوں مربع کلومیٹر عِلاقے کو سیراب کرتی ہیں۔

نہروں کی اقسام:-

پانی کے بہاؤ اور اِستعمال کے لحاظ سے پنجاب میں چار قسم کی نہریں ہیں۔

(i) سیلابی نہریں

یہ پُرانی قسم کی نہریں ہیں جن میں صرف برسات کے دنوں میں پانی آتا ہے۔ بارش کے بعد جب دریا کا پانی چڑھ جاتا ہے تو یہ نہریں خودبخود چلنے لگتی ہیں۔ ایسی نہریں زیادہ تر ڈیرہ غازی خاں، راجن پور اور مُظفّر گڑھ کے ضلعوں میں ہیں۔

(ii) دوامی نہریں

یہ نہریں دریاؤں پر بند باندھ کر نکالی گئی ہیں۔ بیراج کے پانی کو اِتنا روک لیا جاتا ہے کہ اِس کی سطح، نہروں کی سطح تک بُلند ہو جاتی ہے اور دریا کا پانی اِن نہروں میں بہنے لگتا ہے۔ بیراج کے دروازوں کی مدد سے نہروں میں پانی کی مقدار کو ضرُورت کے مُطابق کم یا زیادہ کیا جا سکتا ہے۔ اِس طرح سال کے دوران میں جتنی ضرُورت ہو اُس کے مطابق پانی نہروں میں چھوڑا جا سکتا ہے۔ یہ نہریں سارا سال چلتی رہتی ہیں۔

(iii) غیرِ دوامی نہریں

یہ ایسی نہریں ہیں جو برسات کے موسم میں خوب چلتی ہیں، کیونکہ اِن دِنوں دریا میں کافی پانی رہتا ہے۔ اِنھیں صرف اِتنے ہی دن اِستعمال کیا جاتا ہے، جتنے دِن دریا میں پانی زیادہ رہتا ہے۔

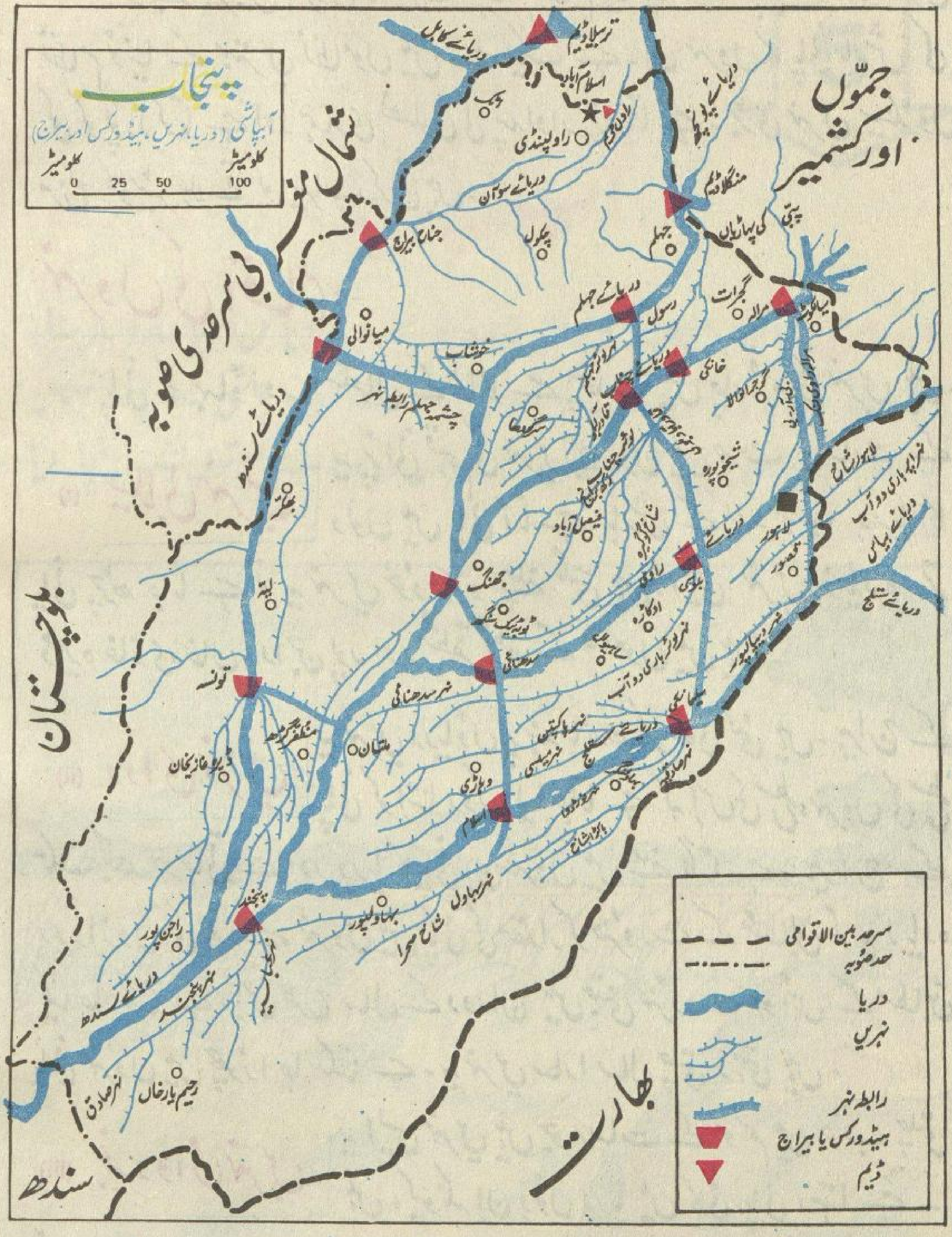
پنجاب
آبپاشی (دریا، نہریں، ہیڈورکس اور بیراج)
کلومیٹر
0 25 50 100
جموں اور کشمیر
شمال مغربی سرحدی صوبہ
بلوچستان
سندھ
بھارت
تربیلا ڈیم
دریائے کابل
اسلام آباد
راولپنڈی
دریائے سواں
منگلا ڈیم
جہلم
جناح بیراج
میانوالی
خوشاب
دریائے جہلم
رسول
گجرات
مرالہ
خانکی
گوجرانوالہ
سرگودھا
شیخوپورہ
فیصل آباد
لاہور
قصور
دریائے بیاس
دریائے ستلج
بلوکی
اوکاڑہ
ساہیوال
جھنگ
ٹوبہ ٹیک سنگھ
سدھنائی
نہر سدھنائی
تونسہ
دریائے سندھ
بھکر
لیہ
مظفر گڑھ
ملتان
ڈیرہ غازی خان
وہاڑی
اسلام
سلیمانکی
بہاولپور
پنجند
راجن پور
رحیم یار خان
نہر صادق
سرحد بین الاقوامی
حد صوبہ
دریا
نہریں
رابطہ نہر
ہیڈورکس یا بیراج
ڈیم

(iv) رابطہ نہریں پنجاب کے مشرقی دریاؤں یعنی ستلج اور راوی میں نسبتاً کم پانی ہے، دُوسرے یہ دونوں دریا بھارت سے گزُر کر ہمارے عِلاقے میں آتے ہیں۔ بھارتی عِلاقے میں بھی ان دریاؤں سے نہریں نکال کر پانی استعمال کیا جاتا ہے اِس لیے ہمارے علاقے میں ان دریاؤں میں پانی کم ہو جاتا ہے۔اِس کمی کو پوُرا کرنے کے لیے صُوبے میں ایسی رابطہ نہریں بنائی گئی ہیں جو مغربی دریاؤں یعنی سِندھ، جہلم اور چناب کا پانی، کم پانی والے مشرقی دریاؤں تک پہنچاتی ہیں۔اِس طرح صُوبے کے ایسے عِلاقوں میں جہاں پہلے نہری پانی زیادہ نہیں تھا، اب رابطہ نہروں کی بدولت آب پاشی کے لیے کافی پانی پہنچ جاتا ہے۔

کوشش کی جا رہی ہے کہ دریائے سِندھ اور اُس کے معاون دریاؤں میں بہنے والے پانی کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ کر لیا جائے اور ضرُورت کے مُطابق پاکستان کے زیادہ سے زیادہ رقبے کو سیراب کرنے کا انتظام کیا جائے تاکہ پورے مُلک میں فصلوں کی پیداوار بڑھ جائے۔ دریائے جہلم پر منگلا ڈیم اور دریائے سِندھ پر چشمہ بیراج اور تربیلا ڈیم اِسی غرض سے بنائے گئے ہیں۔اِن سے کئی لاکھ مکعب میٹر پانی کا ذخیرہ حاصل ہُوا ہے۔ بڑے بڑے بندوں پر جمع کیے ہوئے پانی کی مدد سے پن بجلی گھر بھی چلائے جاتے ہیں۔اِس طرح آب پاشی کے علاوہ اِن سے بجلی بھی پیدا کی جاتی ہے۔

2۔ بارش پنجاب کے میدانی عِلاقے میں عام طور پر اِتنی بارش نہیں ہوتی کہ فصلوں کے لیے پانی کافی ہو۔ خاص طور پر ربیع کی فصل کے دِنوں میں بارش بہُت کم ہوتی ہے۔ کھیتوں میں پانی کی اس کمی کو پوُرا کرنے کے لیے

دُوسرے ذریعوں سے پانی حاصل کرکے اُن تک پہنچایا جاتا ہے۔ جن علاقوں میں کھیتوں کو پانی دینے کا انتظام کر لیا گیا ہے، وہاں اچھّی فصلیں پیدا ہو رہی ہیں۔

3- چھوٹے بند

ندیوں اور چھوٹے نالوں پر کسی مناسب جگہ ایسا بند بنا دِیا جاتا ہے جس سے بہتا ہُوا پانی رُک جاتا ہے۔ بند کے پیچھے پانی کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ بند تعمیر کرتے وقت اِس میں کچھُ ایسے دروازے رکھّے جاتے ہیں۔ جنھیں مشینوں کی مدد سے اُٹھایا یا گرایا جا سکتا ہے۔ اِس طرح سے جمع ہونے والا پانی اِن دروازوں کے راستے چھوٹے چھوٹے نالوں کی مدد سے کھیتوں تک پُہنچایا جاتا ہے۔

چھوٹے بند کم بلند پہاڑی عِلاقے یا سطح مُرتفع کے عِلاقے میں بنائے جاتے ہیں۔ اِسلام آباد کے نزدیک راول ڈیم اِسی قِسم کا ایک بند ہے۔ اِس کے عِلاوہ ضِلع راولپنڈی، ضِلع چکوال، ضِلع اٹک اور ضِلع ڈیرہ غازی خاں میں ایسے کئی بند بنائے گئے ہیں۔

4- ٹیوب ویل اور کنُوئیں

زمین کی تہ سے پانی حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ کنُوئیں ہیں۔ بارش کا جو پانی زمین میں جذب ہوتا ہے، وہ سطحِ زمین سے نیچے کی چٹانوں میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح زمین کی تہ میں پانی کا ایک بڑا ذخیرہ رہتا ہے

زمین کی کھُدائی کرکے کنوئیں بنائے جاتے ہیں۔ کنوؤں میں زمین کی تہ سے پانی اکٹھا ہوتا رہتا ہے۔ اِس پانی کو رہٹ کی مدد سے نکال کر چھوٹی چھوٹی کھالیوں کے ذریعے کھیتوں تک پُہنچا دیا جاتا ہے۔ زیرِ سطح پانی کا ذخیرہ زیادہ بارش والے علاقوں میں نسبتاً کم گہرائی پر ہوتا ہے اِس طرح دریاؤں کے قریبی عِلاقوں میں بھی کم گہرائی پر

پانی مِل جاتا ہے۔ اس لیے صوبہ پنجاب کے شمال مشرقی ضلعوں یعنی سیالکوٹ، گجرات گوجرانوالا میں زیادہ کنوئیں ہیں۔

رہٹ سے تھوڑا پانی نکالا جا سکتا ہے۔ جن کنوؤں کے ساتھ بجلی کے پمپ لگے ہوں، وہاں بجلی کی قوّت سے زیادہ پانی نکل آتا ہے۔ بجلی کے پمپ والے کنوئیں جنھیں ہم ٹیوب ویل کہتے ہیں، زیادہ گہرائی سے بھی پانی کو اُوپر کھینچ سکتے ہیں۔ اِس طرح کم محنت سے زیادہ کھیتوں کو پانی مِل جاتا ہے۔

اِن کے مقابلے میں رحیم یار خاں، بہاول پور وغیرہ میں کنوئیں بُہت کم ہیں کیونکہ وہاں پانی حاصل کرنے کے لیے زمین کو زیادہ گہرائی تک کھودنا پڑتا ہے۔ اس لیے اِن علاقوں میں ٹیوب ویل زیادہ ہیں۔

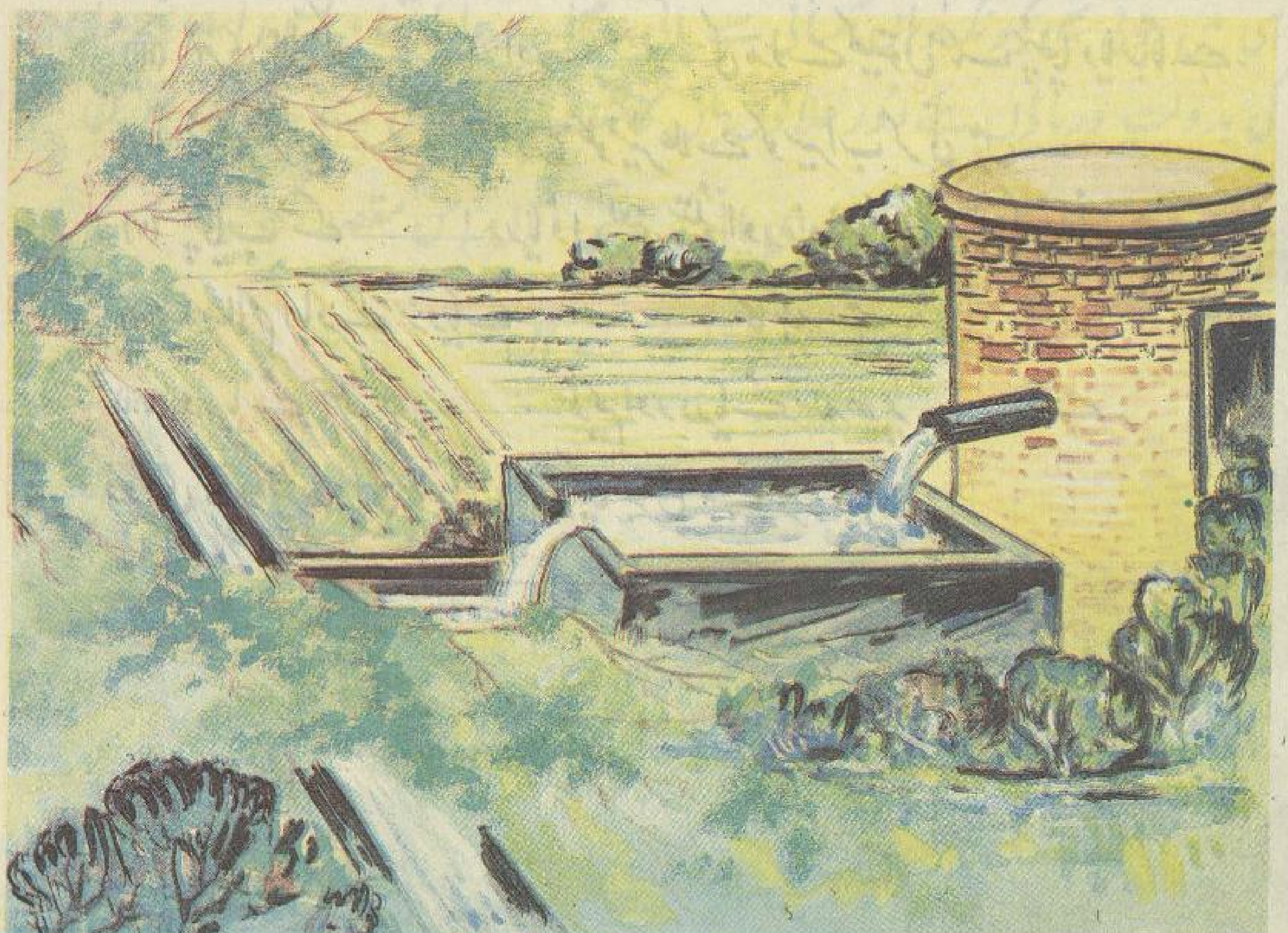

سوالات

1۔ پنجاب میں آب پاشی کے کون کون سے ذریعے ہیں؟ اُن کے نام لکھیں۔

2۔ پنجاب میں کتنی قسم کی نہریں ہیں؟ اُن کے نام لکھیں۔

3۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(i) بند تعمیر کرتے وقت اس میں کچھ ایسے ______ رکھے جاتے ہیں جنھیں ______ کی مدد سے اُٹھایا یا گرایا جا سکتا ہے۔

(ii) صوبے بھر میں ______ کا بہت اچھا انتظام کیا گیا ہے۔

(iii) نہری پانی کو ______ اور ______ کی مدد سے کھیتوں تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

(iv) بڑی نہریں ______ مربع کلومیٹر علاقے کو سیراب کرتی ہیں۔

(v) پنجاب کے ______ دریاؤں یعنی ستلج اور راوی میں نسبتاً کم پانی ہے۔

(vi) اسلام آباد کے نزدیک ______ کا بند ہے۔

(vii) دریائے جہلم پر ______ ڈیم اور دریائے سندھ پر ______ ہے۔

4۔ دوامی اور غیر دوامی نہروں میں کیا فرق ہے۔

6

زرعی پیداوار

ہم پڑھ چکے ہیں کہ پنجاب میں زیادہ تر لوگ دیہات میں رہتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ پہلے زمانے میں کھیتی باڑی صرف دریاؤں کے نزدیکی علاقوں ہی میں ہوتی تھی کیونکہ وہاں آسانی سے پانی حاصل ہو جاتا تھا، لیکن اب نہروں کی بدولت دریاؤں سے دُور علاقوں میں کاشت ہونے لگی ہے۔ جہاں نہریں نہیں پُہنچ سکیں یا نہری پانی کم ہے، وہاں اِس مقصد کے لیے ٹیوب ویل لگا دیے گئے ہیں۔

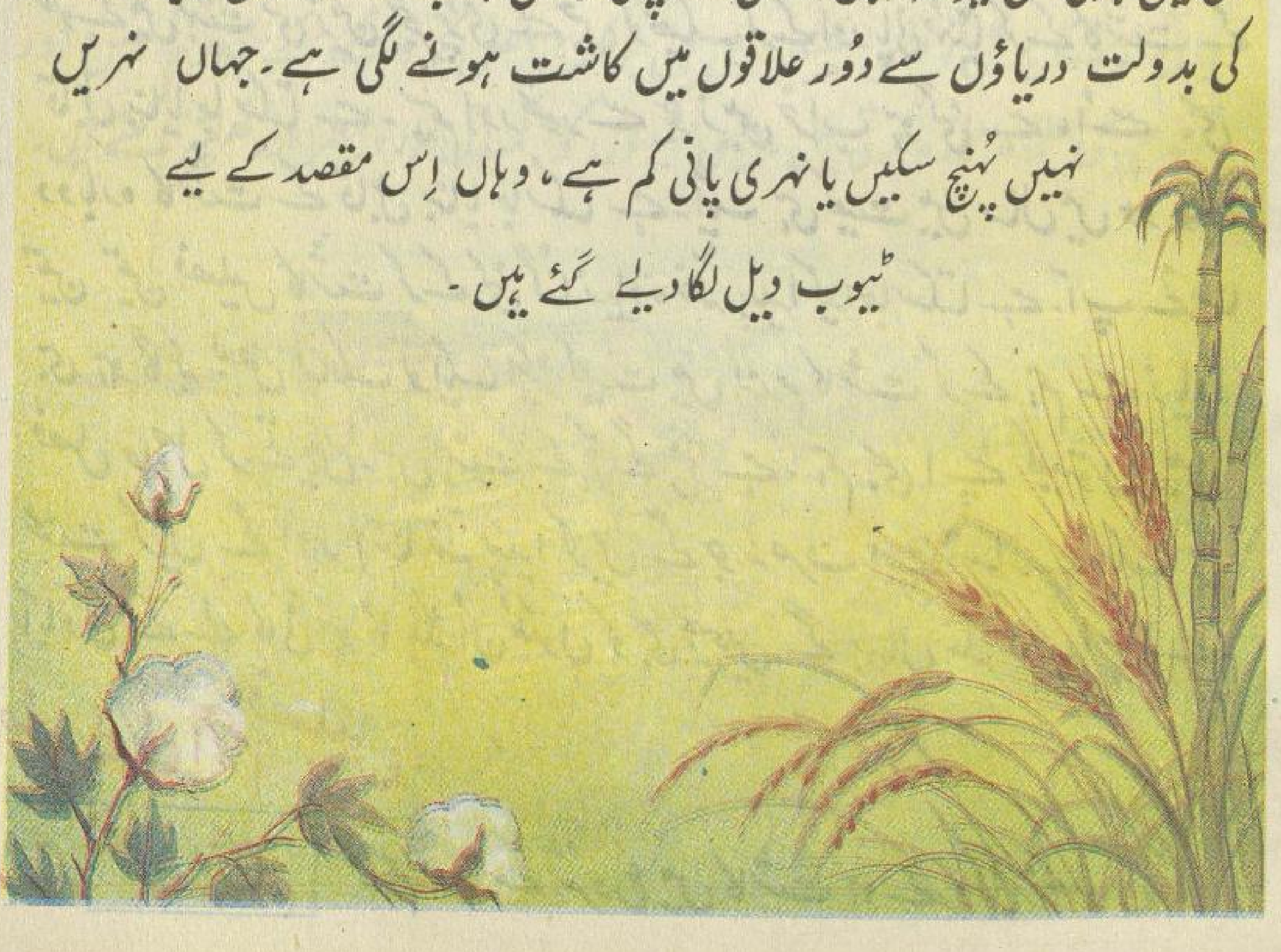

ہماری حکومت نے پیداوار بڑھانے کے لیے کئی انتظامات کر رکھے ہیں۔ ہمارے زراعتی تجرباتی ادارے ایسے بیجوں کی تلاش کرتے ہیں جن سے غلّہ زیادہ پیدا ہو اور فصل بھی جلد پک جائے۔ تاکہ بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات پوری کی جائیں اور اناج باہر سے نہ منگوانا پڑے۔ کیڑے مکوڑے جو ہر سال لاکھوں من غلّہ ضائع کرتے ہیں، اُن کو مارنے کے لیے ایک علیٰحدہ محکمہ قائم کیا گیا ہے جو زہریلی دوائیں چھڑکنے میں کسانوں کی مدد کرتا ہے۔ جس سے فصلوں کو نقصان پہنچانے والے کیڑے مر جاتے ہیں اور فصل خراب نہیں ہوتی۔ کھاد تیار کرنے والے کارخانے دن رات کام کرتے ہیں تاکہ کسانوں کو فصلوں کے لیے کھاد بروقت مل سکے اور غلّہ زیادہ پیدا ہو۔

آپ جانتے ہیں کہ محنت کی جائے تو ہر مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ ابھی ہمارے صوبے میں بہت سی زمین بنجر پڑی ہے جس کو ٹھیک کر کے اور پانی مہیا کر کے کاشت کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔ سیم اور تھور سے جو زمین خراب ہو گئی ہے، اُسے بھی دوبارہ کاشت کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔ ایک ہی کھیت میں سال میں دو دو، تین تین فصلیں کاشت کر کے کئی گُنا زیادہ غلّہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے سُنا ہی ہو گا کہ بعض ممالک تو ایک ایکڑ کھیت میں گندم کاشت کر کے ہم سے زیادہ فصل حاصل کرتے ہیں۔ بس ہمّت کے آگے فتح ہے۔ ہم بھی اپنے کھیتوں میں محنت کریں گے اور اِتنا غلّہ پیدا کریں گے جو نہ صرف اپنے پیارے مُلک کی آبادی کے لیے کافی ہو گا بلکہ اُن مُلکوں کو بھی بھیجیں گے جہاں غلّہ کم پیدا ہوتا ہے۔

صُوبے کی اہم فصلیں:۔

فصلِ ربیع موسمِ سرما کے شروع میں کاشت ہونے والی فصلوں کو

ربیع کی فصل کہتے ہیں۔ یہ اکتوبر اور نومبر کے مہینوں میں بوئی جاتی ہیں اور اپریل مئی کے مہینوں میں کاٹ لی جاتی ہیں۔ ان کے لیے بہترین موسم وہ ہے جب نہ زیادہ نمی ہو اور نہ زیادہ درجۂ حرارت اس کے لیے زمین اگر چکنی ہو تو زیادہ فصل پیدا ہوتی ہے۔ یہ فصلیں درج ذیل ہیں۔

گندم صُوبہ پنجاب گندم کی کاشت کے لیے بہُت مشہور ہے۔ اکتوبر کا مہینا آتا ہے تو کِسان باقی تمام کام چھوڑ کر گندم کے کھیت کی تیاری میں لگ جاتا ہے۔ کہیں کسان بیل سے اور کہیں ٹریکٹر سے زمین میں ہل چلاتے ہیں۔ ٹریکٹر سے زمین بہُت جلد تیار ہو جاتی ہے۔

نہروں اور ٹیوب ویلوں کے ذریعے وقفوں وقفوں سے پانی دیا جاتا ہے۔ ضرورت کے وقت کھاد بھی ڈالتے ہیں۔ اپریل کے مہینے میں فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے۔ آج کل تو ایسی مشینیں بھی ہیں جو کھڑی فصل کو کاٹنے کے علاوہ بھُس اور گندم بھی علٰحدہ علٰحدہ کرتی ہیں۔ ایسی مشینوں کو" کمبائن ہارویسٹر اور تھریشر" کہتے ہیں۔

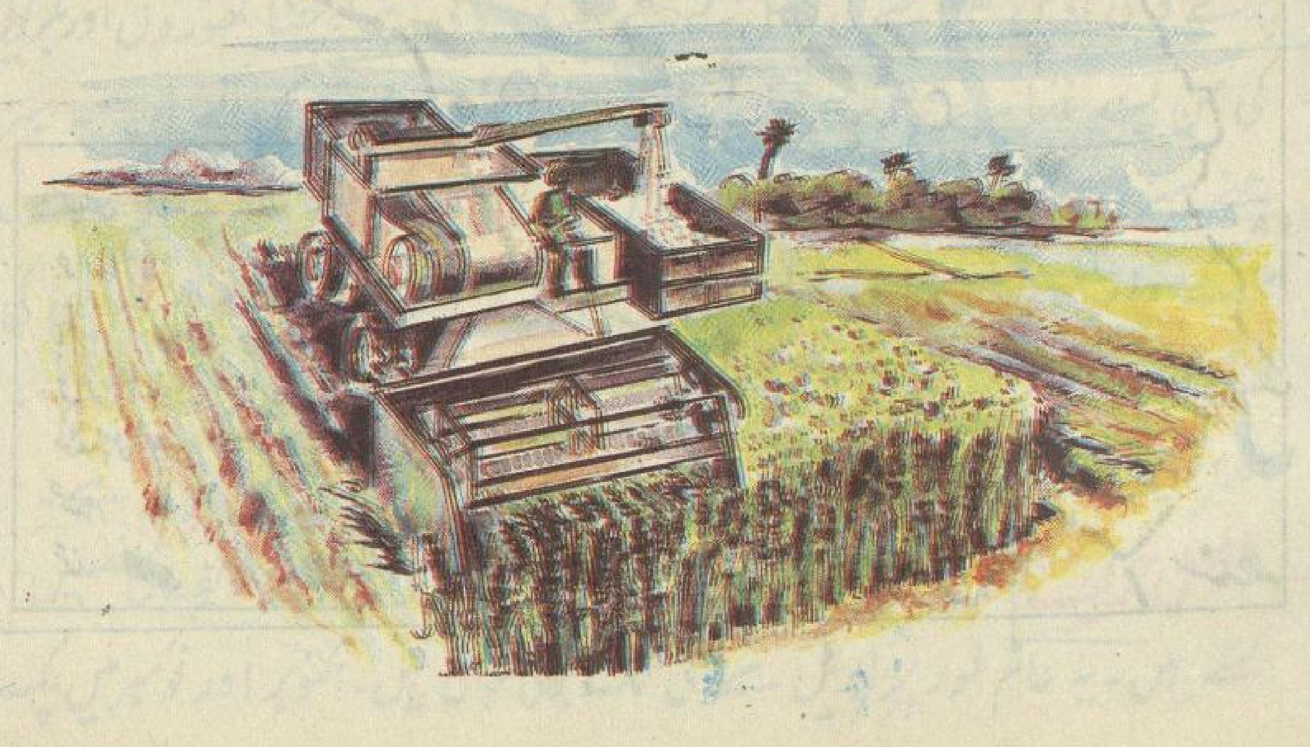

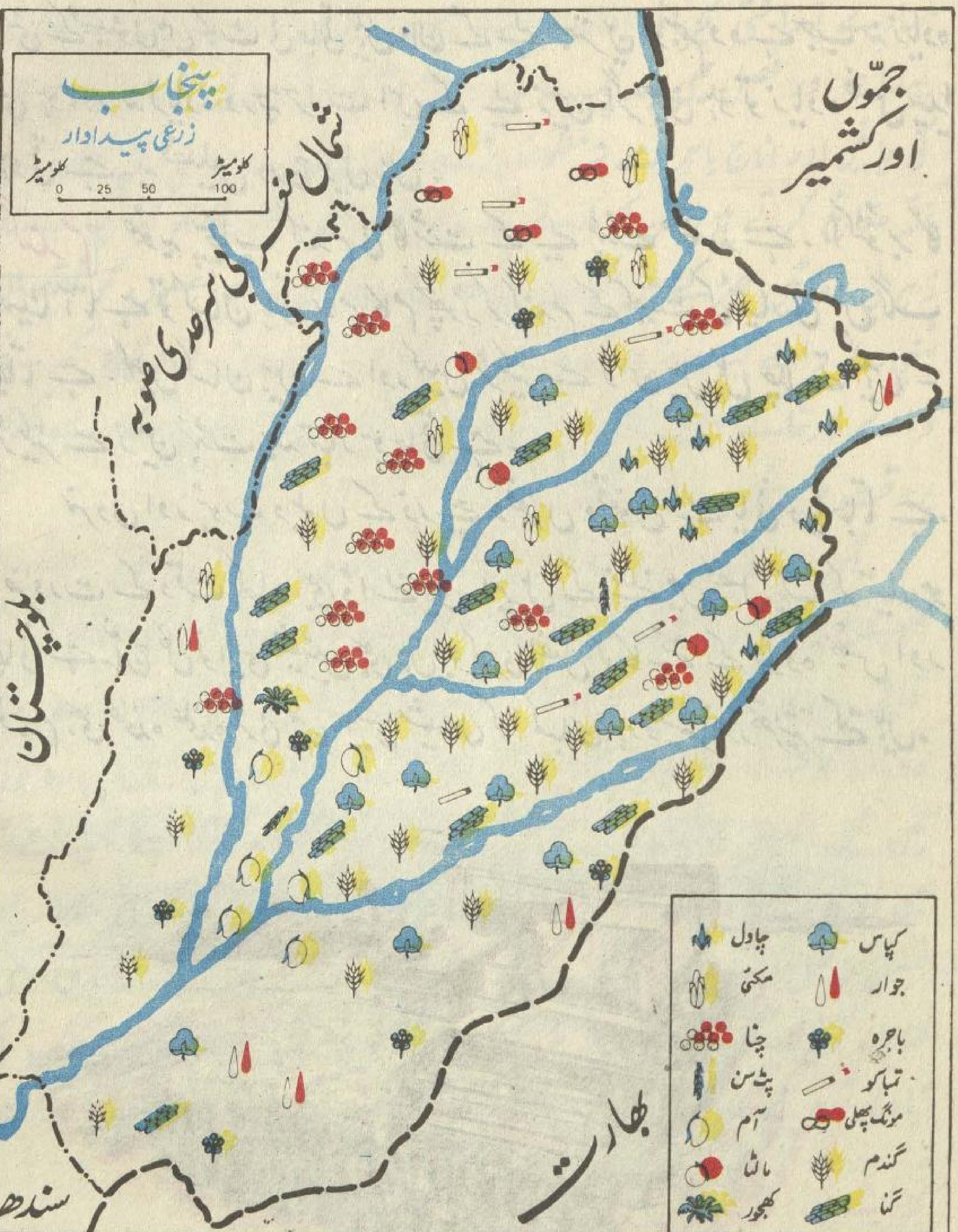
پنجاب
زرعی پیداوار
کلومیٹر
0 25 50 100
جموں
اور کشمیر
شمال مغربی سرحدی صوبہ
بلوچستان
بھارت
سندھ
کپاس
چاول
جوار
مکئی
باجرہ
چنا
تمباکو
پٹ سن
مونگ پھلی
آم
گندم
مالٹا
گنا
کھجور

پنجاب میں ویسے تو بیشتر علاقوں میں گندم کاشت کی جاتی ہے، لیکن فیصل آباد ٹوبہ ٹیک سنگھ، ملتان، وہاڑی، ساہیوال، قصور، اوکاڑہ، جھنگ، سرگودھا، سیالکوٹ گجرات اور مُظفّر گڑھ کے اضلاع گندم کی کاشت کے لیے زیادہ مشہور ہیں۔

جن علاقوں میں نہریں نہیں، وہاں ایسے بیج کاشت کیے جاتے ہیں جنھیں زیادہ پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ویسے بھی وہاں کے کاشت کار اگست اور ستمبر میں ہونے والی بارشوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ بارش کے بعد ہل چلا کر سہاگہ پھیرتے ہیں۔ اِس طرح نمی زمین کے اندر چلی جاتی ہے جس پر گندم کی کاشت کی تیّاری شروع ہو جاتی ہے۔ دسمبر اور جنوری کے مہینوں میں بھی کچھ بارش ہو جاتی ہے۔ یہ بارش گندم کی فصل کے لیے بہُت مُفید ہوتی ہے۔

چنا صُوبہ پنجاب کی ایک اہم فصل چنے کی ہے۔ چنے کی فصل کو زیادہ پانی کی ضرورت نہیں ہوتی، اِس لیے یہ بارانی علاقوں میں اکثر کاشت کی جاتی ہے۔ اِس کے پکنے کے لیے ایک یا دو ہلکی ہلکی بارشیں ہی کافی ہوتی ہیں۔ سردیوں میں پڑنے والی اوس بھی چنے کی فصل کے لیے مُفید ہوتی ہے۔ چنا گھوڑوں اور بکریوں کی من پسند غذا ہے۔ لوگ چنے کی بیسنی روٹی بہُت پسند کرتے ہیں۔ سبز چنے سبزی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اور اِن کی پکی ہُوئی کھچڑی تو بہُت مزے دار ہوتی ہے۔ چنے نہری علاقوں میں بھی کاشت کیے جاتے ہیں۔ اِن کی کاشت زیادہ تر میانوالی، بھکّر، خوشاب، سرگودھا، ساہیوال، گجرات، جہلم، مظفر گڑھ، لیّہ، ڈیرہ غازی خاں اور راجن پُور کے ضلعوں میں ہوتی ہے۔

فصلِ خریف موسمِ گرما کے شروع میں کاشت ہونے والی فصلوں کو "خریف کی فصلیں" کہتے ہیں۔ یہ عام طور پر اپریل سے مئی تک بوئی جاتی ہیں۔ اکتوبر اور نومبر میں پک

کر تیار ہوتی ہیں۔ ان فصلوں کے لیے زیادہ درجۂ حرارت اور زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے زیادہ زرخیز زمین میں یہ فصلیں خوب بڑھتی ہیں۔ یہ فصلیں مندرجہ ذیل ہیں۔

دھان خریف کی فصلوں میں دھان بہت اہم فصل ہے۔ جب تک فصل نہ پکے، دھان کے کھیت میں موزوں مقدار میں پانی کھڑا رکھنا ضروری ہے۔ دھان کی پنیری جب کھیتوں میں لگائی جاتی ہے، اُس وقت بھی کھیتوں میں پانی کھڑا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ دھان کے کھیت میں ہل بھی کھڑے پانی ہی میں چلایا جاتا ہے۔

دھان کی فصل کو کئی قسم کی بیماریوں کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس سے فصل کو بہت نقصان پہنچتا ہے اور فی ایکڑ پیداوار کم ہو جاتی ہے۔ فصل کو ان بیماریوں سے بچانے کے لیے زرعی ادویات باقاعدگی سے چھڑکی جاتی ہیں۔

ہمارے صوبے میں بہت اعلیٰ قسم کے دھان کی کاشت ہوتی ہے۔ باسمتی چاول جب پک رہے ہوتے ہیں تو اُن کی خوشبو دُور دُور تک جاتی ہے۔ دھان سے چاول نکال کر ہم کروڑوں روپوں کا چاول باہر کے ملکوں کے ہاتھ بیچ کر روپیہ کماتے ہیں۔

چاول زیادہ تر گوجرانوالا، شیخوپورہ، سیالکوٹ اور قصور کے ضلعوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اب ضلع سرگودھا، فیصل آباد، گجرات اور ساہیوال میں بھی ان کی کاشت ہونے لگی ہے۔

کپاس کپاس بھی دھان کی طرح خریف کی اہم فصل ہے۔ ہم روئی باہر کے ملکوں کے ہاتھ بیچ کر کروڑوں روپے کماتے ہیں۔ کپاس کی کاشت گندم کی کٹائی کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے۔

کپاس کی رُوئی لحافوں میں بھرنے کے کام آتی ہے۔ اِس سے کھیس اور دریاں بھی بنائی جاتی ہیں۔ رُوئی سے دھاگہ اور کپڑا بھی تیار کیا جاتا ہے۔ کپاس زیادہ تر مُلتان، وہاڑی، ساہیوال، اوکاڑہ، فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، جھنگ، سرگودھا قصُور، بہاول نگر اور رحیم یار خاں کے ضلعوں میں کاشت کی جاتی ہے۔

جوار اور باجرا جوار اور باجرا عام طور پر بارانی علاقوں میں کاشت کیے جاتے ہیں۔ اِن فصلوں کو زیادہ پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جوار اور باجرے کو چارے کے طور پر بھی اِستعمال کیا جاتا ہے۔ اِن کے ڈنٹھل خشک کر کے رکھ لیے جاتے ہیں اور موسمِ سرما میں مویشیوں کو چارے کے طور پر ڈالے جاتے ہیں۔

گنّا گنّا قریباً سارے سال کی فصل ہے۔ اِسے عام طور پر فروری کے مہینے میں کاشت کیا جاتا ہے۔ اِسے زرخیز زمین اور زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ گنّے سے گُڑ اور چینی بنائی جاتی ہے۔ اِس کی کاشت زیادہ تر فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، ملتان، وہاڑی، ساہیوال، قصُور، رحیم یار خاں، بہاول نگر، شیخوپورہ، گوجرانوالا، سرگودھا، جھنگ، میانوالی، مُظفّر گڑھ اور گجرات کے ضِلعوں میں ہوتی ہے۔

پَٹ سَن پَٹ سَن کے ریشے سے بوریاں، ٹاٹ اور رسّے بنانے کے لیے دھاگا بنایا جاتا ہے۔ اِس فصل کو پانی کی بہُت ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لیے زمین بھی زرخیز چاہیے۔ اب ہمارے صوُبے میں اِس کی کاشت پر خاص توجّہ دی جانے لگی ہے۔ اس کی زیادہ تر کاشت سرگودھا، فیصل آباد، گوجرانوالا اور مُظفّر گڑھ کے ضِلعوں میں ہوتی ہے۔

تمباکو راولپنڈی، گجرات، جھنگ، گوجرانوالا، شیخوپورہ، اٹک، سرگودھا، ساہیوال اوکاڑہ، وہاڑی، مُظفّر گڑھ اور بہاول پوُر کے ضِلعوں میں تمباکو کی کاشت پر زیادہ

توجہ دی جاتی ہے۔

مونگ پھلی مونگ پھلی کی کاشت کے لیے چکوال، جہلم، گجرات، راولپنڈی، اٹک اور بہاول نگر کے ضلعے مشہور ہیں۔ مونگ پھلی سے کھانے کا تیل نکالا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سردیوں میں لوگ مونگ پھلی بہت شوق سے کھاتے ہیں۔

دالیں دالیں صوبے میں قریباً ہر جگہ کاشت کی جاتی ہیں۔ انھیں کاشت کرنے کے لیے زیادہ پانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دال ماش کی پیداوار کے لیے جہلم، چکوال، سیالکوٹ اور راولپنڈی کے اضلاع اہم ہیں۔ دال مونگ ضلع چکوال، جہلم اور راولپنڈی کے اضلاع میں کاشت کی جاتی ہے۔ دال مسور کی کاشت کے لیے ضلع نارووال اہم ہے۔

پھل اور سبزیاں پھل ہماری جسمانی اور دماغی صحت کے لیے بے حد ضروری ہیں ہمارے صوبہ میں پھل وافر مقدار میں پیدا ہوتے ہیں جن میں بادام، اخروٹ، پستہ، سیب، شمالی علاقے میں اور آم، کیلا، سنگترہ، خربوزہ، تربوز، شہتوت، کھجور میدانی علاقے میں بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔

سبزیاں بھی ہماری خوراک کا ایک اہم جزو ہیں۔ ہمارے ہاں اگائی جانے والی سبزیوں میں گوبھی، کدو، پالک، مٹر، آلو، کریلے، توری، بینگن، بھنڈی، شلغم اور ٹینڈے زیادہ مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ بعض سبزیاں پکانے کے ساتھ ساتھ کچی بھی کھائی جاتی ہیں ان میں مولی، گاجر، ٹماٹر شامل ہیں۔

سوالات

1۔ ہماری حکومت نے جو زرعی انتظامات کر رکھے ہیں۔ ان کے نام بتائیں۔

2۔ فصل ربیع اور فصل خریف کسے کہتے ہیں؟

3۔ کپاس کی رُوئی ہمارے کس کام آتی ہے؟ مختصر بیان کریں۔

4۔ غلط فقرات کے سامنے × لگائیں اور درست فقرات کے سامنے ✓ لگائیں۔

(i) پنجاب میں زیادہ تر لوگ شہروں میں رہتے ہیں۔

(ii) جوار اور باجرا عام طور پر بارانی علاقوں میں کاشت کیے جاتے ہیں۔

(iii) ہمارے صُوبے میں اعلیٰ قسم کی دھان کاشت نہیں ہوتی۔

(iv) ہم رُوئی باہر کے مُلکوں میں بیچ کر کروڑوں روپے کماتے ہیں۔

(v) دھان فصل خریف کی پیداوار ہے۔

5۔ خالی جگہوں کو پُر کریں۔

(i) دیہات کے لوگوں کا پیشہ ______ ہے۔

(ii) جہاں نہری پانی کم ہے وہاں ______ لگائے گئے ہیں۔

(iii) زرعی تجرباتی ادارے ______ کی تلاش کرتے ہیں۔

7

ہمارے مویشی

ہم صُوبے کے جس حِصّے میں بھی جائیں بیل ، گائیں ، بھینسیں ، گھوڑے ، اُونٹ ، بھیڑیں اور بکریاں ضرور نظر آئیں گی ۔

جانور ہماری بہُت سی ضرُوریات کو پُورا کرتے ہیں ، اِس لیے ہم اُن سے بہُت پیار کرتے ہیں ۔ کسانوں کا تو ان کے بغیر گزُارا ہی نہیں۔ گوشت اور دُودھ کے لیے گائے ، بھینس ، بھیڑ اور بکری پالی جاتی ہے ۔ جبکہ اُون بھیڑ اور بکری سے حاصل کی جاتی ہے۔ سفر کے لیے اونٹ ، گھوڑے وغیرہ استعمال کیے جاتے ہیں۔ ہل چلانے اور رہٹ کھینچنے کے لیے بیل استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن بڑھتی ہوُئی آبادی کے لیے ہمیں زیادہ تعداد میں مویشیوں کی ضرورت ہے تاکہ ہماری دُودھ اور گوشت کی ضرورت پوُری ہو سکے ۔

ہم سکول جاتے ہیں ، خوُب بھاگتے دوڑتے ہیں ، گھر آکر بھی آرام سے نہیں بیٹھتے ۔ بھائی ، بہنوں سے کھیلتے ہیں یا پھر گلی میں نکل جاتے ہیں اور بھاگنے دوڑنے والی کھیلوں میں حِصّہ لیتے ہیں ۔ گھر کے کام بھی کرتے ہیں۔ اِن سرگرمیوں کے لیے ہمیں اچھّی غذا کی ضرُورت ہے ۔ دوُدھ اور گوشت ہمارے لیے بہُت مُفید غذا ہے۔ اِس سے ہمارا جسم بڑھتا ہے ۔ ہماری ہڈیاں مضُبوط ہوتی ہیں ۔ گوشت کھانے سے ہم میں اِتنی طاقت آجاتی ہے کہ ہم بیماریوں کا

مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں ہمیں مویشیوں ہی سے ملتی ہیں۔ فصلیں کاشت کرنے کے لیے بھی انھیں سے مدد لینا پڑتی ہے۔ ہماری حکومت بھی مویشیوں کی اہمیت خوب جانتی ہے۔ اسی لیے حکومت نے اِن کے علاج کے لیے ہسپتال کھولے ہوئے ہیں۔ نیز مویشی پالنے والوں کو مشورہ دینے کے لیے ایک الگ محکمہ قائم ہے۔ اچھّی نسل کے مویشی پالنے کے لیے فارم بھی قائم کیے گئے ہیں۔

گائے اور بیل

ضلع بھکّر میں رکھ غلاماں کے مقام پر مویشیوں کا ایک تجرباتی فارم قائم کیا گیا ہے۔ اِس فارم میں ہر قسم کے بیل، گائیں اور بھینسیں پالی جاتی ہیں۔ اِن جانوروں کی پرورش اِس طرح کی جاتی ہے کہ گائیں، بھینسیں اور زیادہ دُودھ دیں اور بیل موٹے تازے ہو جائیں تاکہ کھیتوں میں زیادہ دیر تک کام کر سکیں اور اِن سے گوشت بھی زیادہ حاصل کیا جا سکے۔ محکمہ حیوانات کے ماہرین ان لوگوں کو مشورے دیتے ہیں جنھوں نے گائیں اور بھینسیں پال رکھی ہیں۔

ہماری حکومت نے مویشیوں کی افزائش کے لیے ضلع بھکر کے علاوہ قادر آباد (ضلع ساہیوال)، بہادر نگر (ضلع اوکاڑہ)، فاضل پور (ضلع راجن پور) اور ہارون آباد (ضلع بہاول نگر) میں فارم کھولے ہوئے ہیں۔ اوکاڑہ میں ملٹری ڈیری فارم میں بہت اچھی نسل کی گائیں اور بھینسیں ہیں۔ جرسی نسل کی کچھ گائیں باہر کے ممالک سے منگوائی گئی ہیں۔ اوکاڑہ ڈیری فارم کا مکھن ہماری فوج کی مکھن کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ جو لوگ اپنے فارم قائم کرنا چاہتے ہیں، حکومت ان کی مدد بھی کرتی ہے اور انھیں مشورے بھی دیتی ہے۔ ان میں سے ضلع ملتان میں جہانگیر آباد فارم اور اللہ داد فارم، عباس شاہ فارم (ضلع ساہیوال)، کالرا فارم (ضلع سرگودھا) کالا باغ فارم (ضلع میانوالی)، شاہ جیونا فارم (ضلع جھنگ) قابلِ ذکر ہیں۔

ہمارے صوبے کے نہری علاقوں میں "نیلی راوی نسل کی بھینسیں" اور "ساہیوال نسل کی گائیں" زیادہ دودھ دینے کے لیے بہت مشہور ہیں۔

"دھنی نسل" کی گائے اور بیل کم بارش والے علاقوں میں پالے جاتے ہیں کیونکہ یہ خشک چارا بھی شوق سے کھا لیتے ہیں۔ یہ گائیں دودھ کم دیتی ہیں۔ اس نسل کے بیل چست و چالاک ہونے کی وجہ سے دامنِ کوہ کے چھوٹے چھوٹے علاقوں میں ہل چلانے کے لیے مفید ہوتے ہیں۔

"تھری نسل" کی گائے اور بیل ریگستانی علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ یہ پانی کی قلت برداشت کر لیتے ہیں اور خشک چارے پر گزارہ کر لیتے ہیں۔ یہ زیادہ تر ضلع میانوالی، ضلع رحیم یار خاں اور ضلع بہاول پور میں پالے جاتے ہیں۔

ضلع مظفر گڑھ، ضلع راجن پور اور ضلع ڈیرہ غازی خاں میں "داجل" اور "روجھان" نسل کے بیل ملتے ہیں۔ ان کا جسم بہت مضبوط ہوتا ہے اور بیل گاڑیاں

بڑی تیز رفتاری سے کھینچتے ہیں۔

بھیڑ بھیڑ بڑا شریف جانور ہے۔ خشک گھاس پر بھی گزارہ کر لیتا ہے۔ ہم اس کا گوشت کھاتے ہیں اس کی اُون سے سویٹر اور گرم کپڑے اور اس کی کھال سے جُوتے بناتے ہیں۔ بھیڑ بکری کے مقابلے میں کم دُودھ دیتی ہے۔ لیکن اس کا دُودھ بہت گاڑھا ہوتا ہے۔ اگر اِسے بلویا جائے تو بہت سا مکھن نکل آتا ہے۔

پنجاب میں ابھی کئی علاقے ایسے ہیں جہاں نہری پانی نہیں ملتا اور بارش بھی کم ہوتی ہے۔ ایسے علاقوں میں کھیتی باڑی نہیں ہو سکتی۔ ایسی جگہوں پر بھیڑیں پالنا اہم پیشہ ہے۔ بھیڑ اچھّی بُری گھاس کھا لیتی ہے۔ اگر اِس کے نہلانے اور اِسے صاف سُتھرا رکھنے کا مناسب بندوبست ہو تو اِس سے ہم نہایت عمدہ اور ملائم اُون حاصل کر سکتے ہیں یہ اُون باہر کے مُلکوں کے ہاتھ بیچ کر لاکھوں روپے کما سکتے ہیں۔ اگر ہم چراگاہوں کی حفاظت کریں اور بھیڑوں کو بیماری سے بچانے کی تدبیروں پر عمل کریں تو اِن کی تعداد میں بہت اضافہ ہو سکتا ہے۔ اِس طرح گوشت کی کمی کو پُورا کیا جا سکتا ہے۔ بھیڑوں سے اُون عام طور پر دو موسموں میں کاٹی جاتی ہے۔ ایک دفعہ موسم بہار میں اور دُوسری مرتبہ موسمِ خزاں میں۔ موسم بہار میں جو اُون حاصل ہوتی ہے اس کا رنگ سفید ہوتا ہے اور یہ اُون مہنگے داموں بکتی ہے۔ موسم خزاں میں حاصل ہونے والی اُون کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم گرمیوں کے مہینوں میں دوپہر کے وقت بھیڑوں کو چھاؤں میں رکھّیں انھیں نہلاتے رہیں اور مناسب خوراک دیں تو اُون کا رنگ زرد نہیں پڑے گا۔ اس طرح ہم موسم خزاں کی کاٹی ہُوئی اُون بھی مہنگے داموں بیچ سکیں گے۔

حکومت نے باقی مویشیوں کی طرح بھیڑوں کے بھی فارم بنائے ہوئے ہیں۔

اِن میں سب سے بڑا فارم رکھ کھیرے والا (ضلع مُظفر گڑھ) میں ہے۔ اِس فارم میں قریباً ہر قسم کی بھیڑیں پالی جاتی ہیں۔ اِس فارم میں بکریوں کی بھی بہُت سی قسمیں پرورش پاتی ہیں۔ یہ ایک تجرباتی فارم ہے جہاں محکمہ حیوانات کے ماہرین تجربے کر کے بھیڑیں پالنے والوں کو بھیڑیں پالنے کے بہتر طریقے بتاتے ہیں۔

گھوڑے گھوڑا ہمارے صُوبے کا بہُت مُفید جانور ہے۔ یہ تانگے اور ریڑھے کھینچتا ہے۔ لوگ اِس پر سواری بھی کرتے ہیں۔ نیزہ بازی کے شوقین، بلوچی نسل کے گھوڑوں کو بہُت پسند کرتے ہیں۔ انمول نسل کے گھوڑے ضلع سرگودھا میں مِلتے ہیں۔ فوج کے استعمال کے لیے تھارو بریڈ نسل کے گھوڑے بھی پالے جاتے ہیں۔

اُونٹ اُونٹ ویسے تو صحرائی علاقے کا جانور ہے اور کئی کئی دن بغیر کھائے پیے گزُارہ کر لیتا ہے، لیکن یہ جانور ہمارے صُوبے کے اکثر حصّوں میں مِلتا ہے۔ پہاڑی نسل کے اُونٹ ضلع جہلم، ضلع راولپنڈی، ضلع اٹک، ضلع راجن پور اور ضلع ڈیرہ غازی خاں

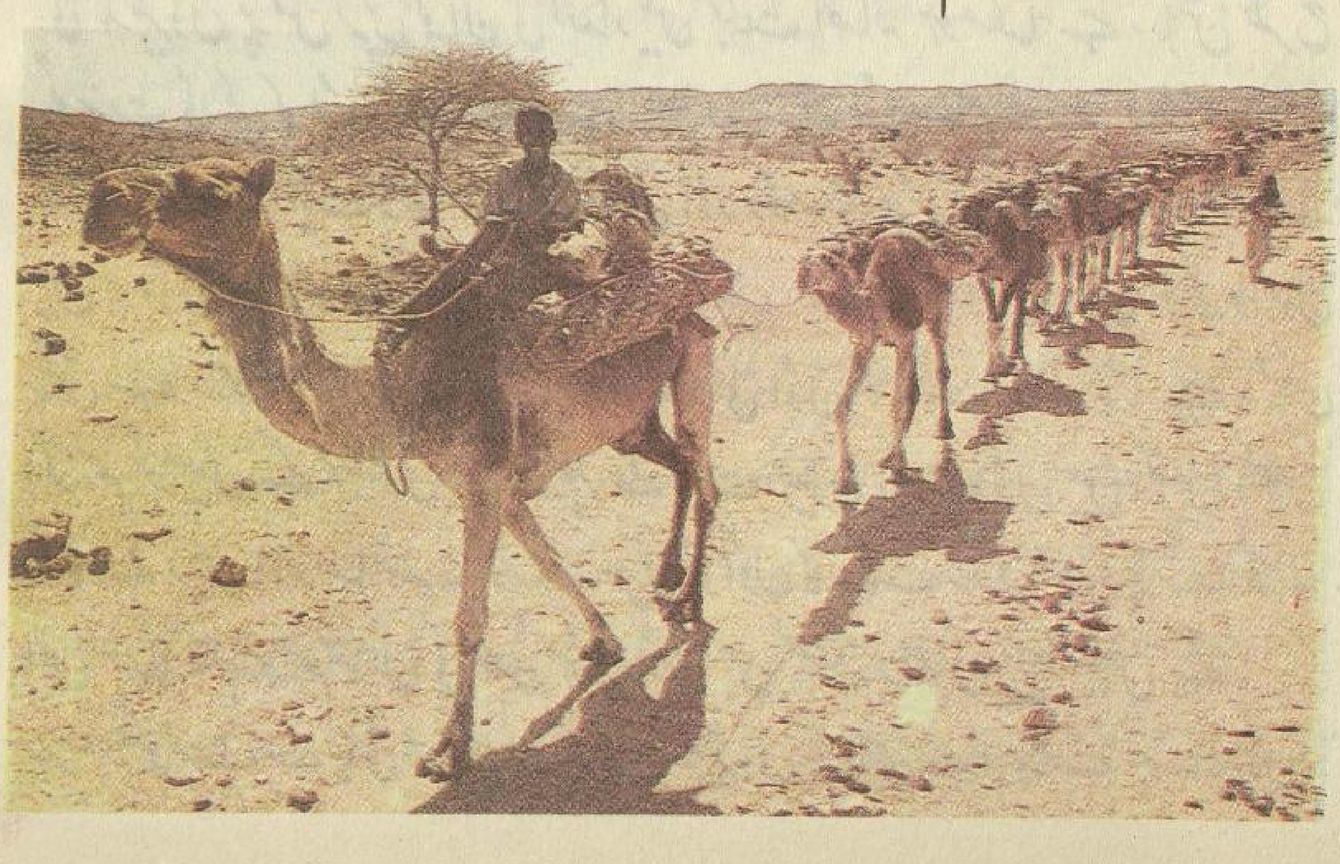

میں پائے جاتے ہیں یہ دُشوار گزار علاقوں میں بھاری سامان اُٹھائے پھرتے نظر آتے ہیں۔ تھلی اُونٹ، ریگستانی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ بہُت دن پانی کے بغیر رہ سکتے ہیں۔ میدانی علاقوں میں پائے جانے والے اُونٹ کو پنجابی نسل کا اُونٹ کہتے ہیں۔ اِس کا قد بڑا ہوتا ہے۔ پہاڑی اور تھلی اُونٹ کی نسبت بھاری بھر کم ہوتا ہے۔

سوالات

1 پنجاب میں پائے جانے والے مویشیوں کے نام لکھیں۔

2 مویشیوں کے فوائد لکھیں۔

3 ہماری حکومت نے مویشیوں کی افزائش کے لیے کہاں کہاں فارم کھول رکھے ہیں؟

4 خالی جگہ پُر کریں۔

(i) بھیڑ بڑا ______ جانور ہے۔ (ii) گوشت سے ______ مضبُوط ہوتی ہے۔

(iii) اچھی نسل کے مویشی پالنے کے لیے ______ قائم کیے گئے ہیں۔

5 درست لفظ پر نشان ( ) لگائیں۔

(i) ہل اور رہٹ چلانے کے لیے گھوڑا / بیل استعمال ہوتا ہے۔

(ii) ملٹری ڈیری فارم اوکاڑہ / لاہور میں قائم کیا گیا ہے۔

(iii) بھیڑوں کا سب سے بڑا فارم رکھ کھیرے والا / رکھ غلاماں میں ہے۔

(iv) نیزہ بازی کے شوقین سندھی / بلوچی نسل کے گھوڑے کو پسند کرتے ہیں۔

8

معدنیات

جس طرح زمین کے اُوپر ہمارے لیے بڑی مُفید اور کار آمد چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح زمین کے نیچے بھی بڑی مُفید اور کار آمد چیزیں موجود ہوتی ہیں۔جنھیں معدنیات کہا جاتا ہے۔ اِن کو زمین کھود کر نکالا جاتا ہے۔ ہمارے صوبے میں بھی کئی معدنیات ملتی ہیں۔جن میں زیادہ اہم نمک، کوئلہ، معدنی تیل، قدرتی گیس، چونے کا پتھر، جپسم اور یورینیم ہیں۔

نمک

نمک ہم ہر روز اِستعمال کرتے ہیں۔ نمک ہمارے جسم کے لیے بھی ضروری ہے اور یہ بہُت سی دواؤں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ہمارے صوبے میں نمک کھیوڑہ (ضِلع جہلم)، کالا باغ (ضِلع میانوالی) اور وڑچھا (ضِلع خوشاب) میں ملتا ہے۔ کھیوڑہ میں دُنیا کی سب سے بڑی نمک کی کان ہے۔

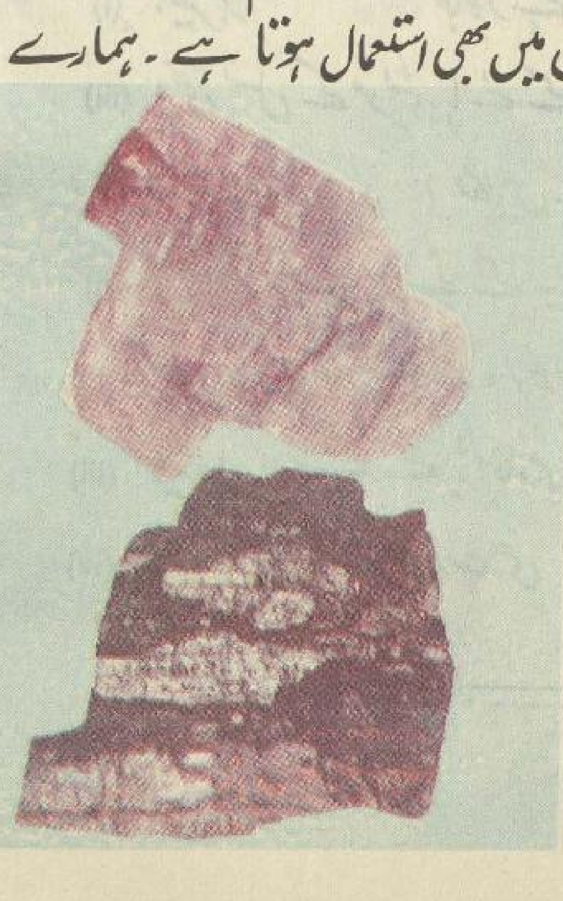

کوئلہ

کوئلہ مکڑوال (ضِلع میانوالی)، چھوٹی بنگلہ (ضِلع اٹک)، خان پور، چوآ سیدن شاہ ڈنڈوت، پڈھ، ڈھلوال، بشارت، آڑہ اور منارہ (ضِلع چکوال)، کھیوڑہ،

رنوچھہ اور ٹلہ جوگیاں (ضلع جہلم)، پیل، کٹھہ (ضلع خوشاب) اور راکھی مون (ضلع ڈیرہ غازی خاں) میں مِلتا ہے۔

یہ کوئلہ زیادہ اچھّی قسم کا نہیں، بھُربھرا سا ہوتا ہے۔ اِس کو ٹلے کو چُونے کی بھٹّیوں اور اینٹوں کے بھٹوں میں استعمال کرتے ہیں۔

معدنی تیل

تت، ڈھلیاں اور کھوڑ (ضلع اٹک)، میال، دھرنال، بالکسر اور کرسال (ضلع چکوال) میں مِلتا ہے۔ یہ جب زمین سے نکالا جاتا ہے تو صاف نہیں ہوتا۔ اِس تیل کو لوہے کی نالیوں کے ذریعے راولپنڈی پہنچایا جاتا ہے۔ راولپنڈی میں مورگاہ کے مقام پر تیل صاف کرنے کا کارخانہ ہے۔ اِس کارخانے میں تیل صاف ہوتا ہے جسے مُلک کے باقی حِصّوں میں پہُنچایا جاتا ہے۔ تیل بڑی کارآمد چیز ہے۔ اسے گھروں میں جلایا جاتا ہے اور گاڑیوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

معدنی تیل کی تلاش کے لیے آزمائشی کنوئیں کھودے جا رہے ہیں۔ اب ڈیرہ غازی خاں میں تیل کے ذخیرے مِلے ہیں۔ ضلع وہاڑی میں بھی تیل کی تلاش کی جا رہی ہے۔ اِنشاء اللہ ہماری محنت ٹھکانے لگے گی اور بہُت سا تیل مل جائے گا۔ دھرنال ضلع چکوال کے مقام پر دو کنوئیں کھودے گئے ہیں اور تیل حاصل کیا جا رہا ہے۔

قدرتی گیس

قدرتی گیس جلانے کے کام آتی ہے اور بہُت سی حرارت دیتی ہے۔ یہ گیس کارخانوں اور گھروں میں ایندھن کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔

یہ قدرتی گیس ہمارے صوبے میں ضلع اٹک میں تت اور ڈھلیاں اور ضلع چکوال میں بالکسر کرسال اور میال کے مقام پر نِکلتی ہے۔ حال ہی میں ڈیرہ غازی خاں اور مُلتان کے نزدیک منٹ پُور میں گیس کے ذخیرے مِلے ہیں۔ اِس وقت پنجاب میں قدرتی گیس زیادہ مقدار میں نہیں نکلتی، اِس لیے ہم جو گیس استعمال کر رہے ہیں وہ زیادہ تر صُوبہ بلوچستان

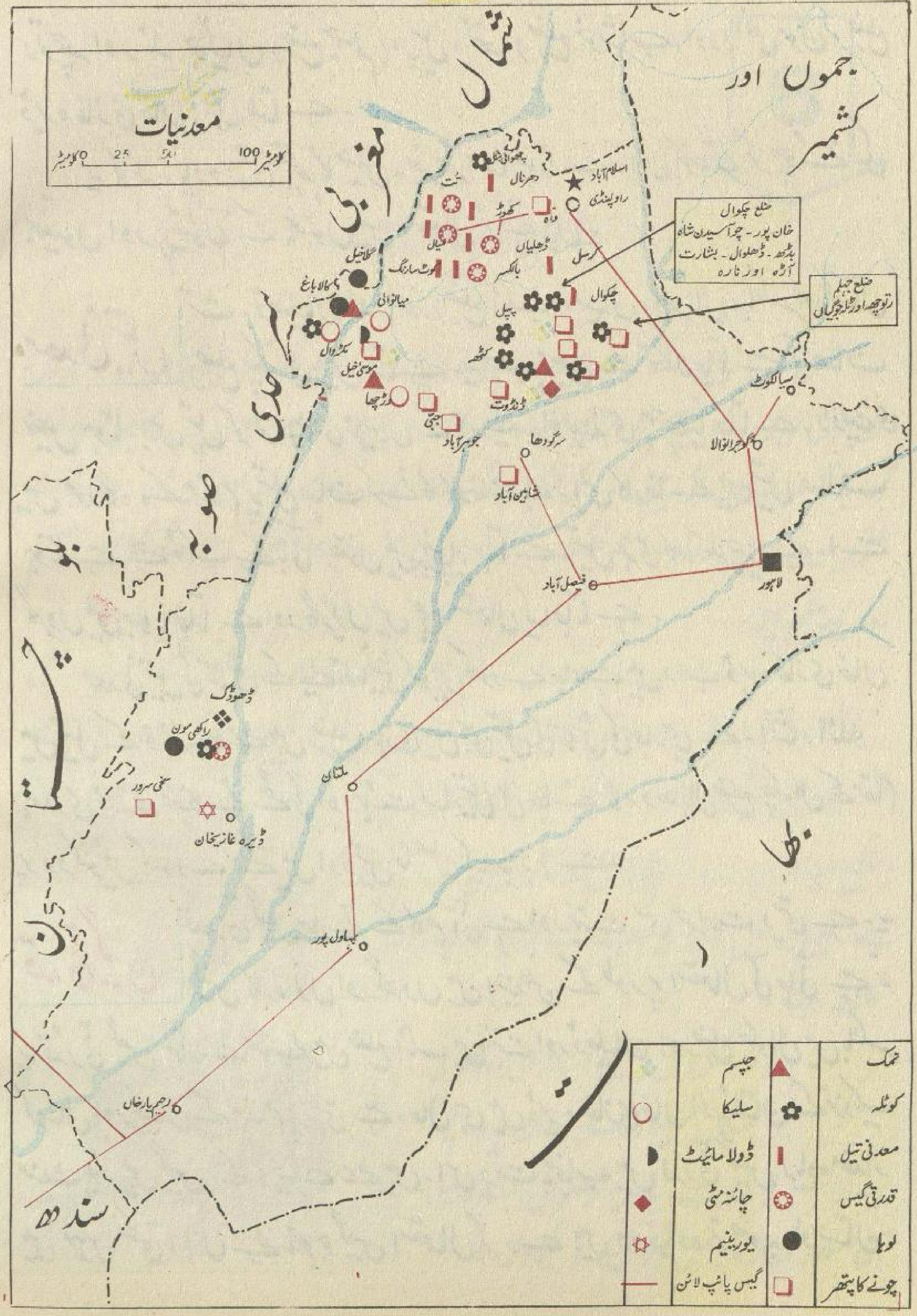

معدنیات
100 کلومیٹر 25 0 کلومیٹر
شمال مغربی سرحدی صوبہ
جموں اور کشمیر
بلوچستان
بھارت
سندھ
اسلام آباد
راولپنڈی
دھرنال
کھوڑ
واہ
ڈھلیاں
میال
کوٹ سارنگ
بالکسر
کرسل
چکوال
پیل
کٹھہ
ڈنڈوت
کالاباغ
میانوالی
موسیٰ خیل
جبی
جوہر آباد
سرگودھا
شاہین آباد
سیالکوٹ
گوجرانوالہ
لاہور
فیصل آباد
ملتان
بہاول پور
رحیم یار خان
ڈیرہ غازی خان
سخی سرور
ڈھوڈک
ضلع چکوال
خان پور - چوآسیدن شاہ
بڈھر - ڈھلوال - بشارت
آڑہ اور تارہ
ضلع جہلم
نمک
کوئلہ
معدنی تیل
قدرتی گیس
لوہا
چونے کا پتھر
جپسم
سلیکا
ڈولامائیٹ
چائنہ مٹی
یورینیم
گیس پائپ لائن

ہیں سوئی کے مقام سے آتی ہے۔

لوہا لوہا بہت کام کی چیز ہے۔ یہ مشینیں بنانے، اوزار بنانے، گاڑیاں بنانے اور بے شمار روزمرّہ کی اِستعمال کی چیزیں بنانے میں استعمال ہوتا ہے۔ ضلع میانوالی میں چچالی اور گلاخیل کے مقام پر لوہا مِلتا ہے۔ اِسی لیے کالا باغ (ضلع میانوالی) میں فولاد

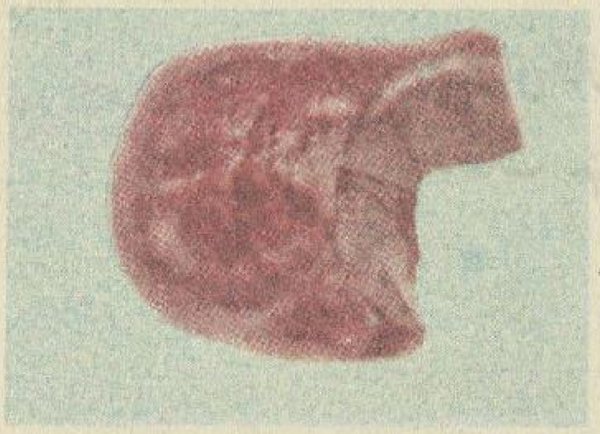

بنانے کا کارخانہ زیرِ غور ہے۔ ڈیرہ غازی میں راکھی مُون کے مقام پر لوہا مِلتا ہے۔ وہاں بھی فولاد بنانے کا کارخانہ لگایا جائے گا۔

چُونے کا پتھر چُونے کا پتھر، سیمنٹ بنانے کے کام آتا ہے۔ یہ موسیٰ خیل (ضلع میانوالی) واہ (ضلع راولپنڈی) جبّی، جوہر آباد (ضلع خوشاب) اور شاہین آباد، (ضلع سرگودھا)، ڈنڈوت، آڑہ، چوآسیدن شاہ (ضلع چکوال)، رنوچھہ اور کھیوڑہ (ضلع جہلم) اور سخی سرور (ضلع ڈیرہ غازی خاں) میں مِلتا ہے۔

جپسم جپسم بڑے کام کا پتھر ہے، اِسے کھاد بنانے اور سیمنٹ بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ کھیوڑہ، اسمٰعیل وال (ضلع چکوال) موسیٰ خیل (ضلع میانوالی) اور راکھی مُون (ضلع ڈیرہ غازی خاں) میں مِلتا ہے۔

سیلیکا شیشہ بنانے والی ریت چچالی، ڈٹّا، کالا باغ، پائی خیل، بوری خیل (ضلع میانوالی) اور ضلع خوشاب میں مِلتی ہے۔

ڈولامائیٹ ڈولامائیٹ بھی چُونے کے پتّھر کی قسم ہے۔ یہ ضلع میانوالی میں مِلتا ہے۔ یہ فولاد بنانے میں اِستعمال ہوتا ہے۔

چائنا مٹی یہ سفید رنگ کی مٹی ڈنڈوت کے مقام پر ملتی ہے اور برتن بنانے کے کام آتی ہے۔

یورینیم یہ دھات ضلع ڈیرہ غازی خاں میں کافی مقدار میں ملی ہے۔ یہ بہت قیمتی اور ایٹمی توانائی کی دھات ہے۔ ڈیرہ غازی خاں میں ایک ایٹمی مرکز قائم

یورینیم

ہو رہا ہے جس میں یہ دھات استعمال ہو گی۔

بجری بجری فرش اور عمارتیں بنانے کے کام آتی ہے۔ یہ برہان پور، لارنس پور، حسن ابدال (ضلع اٹک)، ماڑی انڈس (ضلع میانوالی) سنجانی اور ٹیکسلا (ضلع راولپنڈی)، خوشاب اور جوہر آباد (ضلع خوشاب) چنیوٹ، ربوہ (ضلع جھنگ) چک نمبر 10 اور چک نمبر 11 (ضلع سرگودھا)، شاہ کوٹ اور سانگلہ ہل (ضلع شیخوپورہ) میں ملتی ہے۔ ضلع راولپنڈی میں سوآں کیمپ اور مرگلہ میں بجری ملتی ہے جو عمارتیں بنانے کے کام آتی ہے۔

سوالات

1۔ معدنیات سے کیا مُراد ہے ؟

2۔ ہمارے صُوبے میں ملنے والی اہم معدنیات کون کون سی ہیں ؟

3۔ ہمارے صُوبے میں نمک کہاں سے مِلتا ہے ؟ نیز دُنیا کی سب سے بڑی نمک کی کان کہاں ہے ؟

4۔ ہمارے صُوبے میں قدرتی گیس جہاں جہاں سے نکلتی ہے ان مقامات کے نام لکھیے۔

5۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں :۔ کوئلہ ، معدنی تیل ، لوہا ، چُونے کا پتھر۔

6۔ دیئے گئے نقشہ میں کوئلہ، معدنی تیل، لوہا اور نمک والے علاقوں پر نشان لگائیں۔

7۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(i) معدنیات ________ کھود کر نکالی جاتی ہیں۔

(ii) ہمارے صوبے میں پایا جانے والا کوئلہ اچھّی ________ کا نہیں۔

(iii) پٹرول ________ تیل ہے۔

(iv) قدرتی گیس ________ کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

(v) قدرتی گیس زیادہ تر صوبہ ________ سے آتی ہے۔

(vi) چونے کا پتھّر ________ بنانے کے کام آتا ہے۔

9

کارخانے اور گھریلو صنعتیں

یہ بات تو تیسری جماعت میں بتائی جا چکی ہے کہ جتنے کارخانے اور گھریلو صنعتیں زیادہ ہوں گی، اتنا ہی لین دین زیادہ ہو گا، میل ملاپ بڑھے گا، ہمارے پاس زیادہ پیسے ہوں گے، ہم اچھے مکان بنائیں گے۔ اچھے کپڑے پہنیں گے، اچھے سکول بنائیں گے اور اچھی تعلیم حاصل کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جن مُلکوں میں کارخانے زیادہ ہیں۔ وہاں کے رہنے والے لوگ خوش حال ہیں۔ اپنے کارخانوں میں بنی ہوئی چیزیں دُوسرے مُلکوں کو بھیجتے ہیں اور خوب روپیہ کماتے ہیں۔

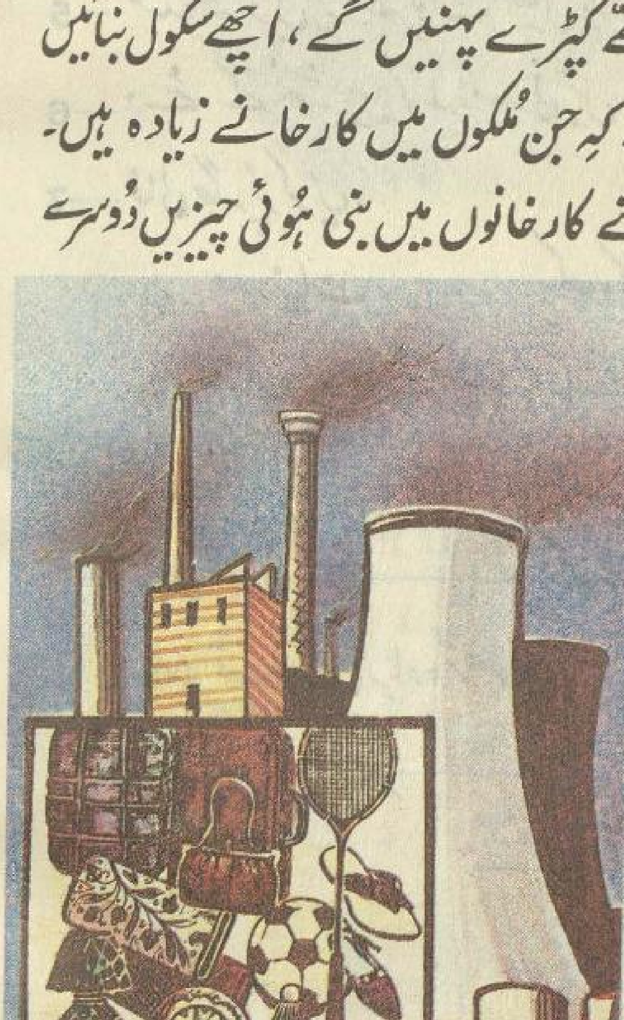

کارخانوں کا ایک اور بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اِن میں ہزاروں کارکن کام کرتے ہیں۔ اُنھیں اُن کی محنت کا معاوضہ مِلتا ہے جس سے وہ اپنے خاندان کی ضرورِیات کو پُورا کرنے کے ساتھ ساتھ مُلک کی ترقّی میں حِصّہ لیتے ہیں۔ جو چیزیں یہاں بنتی ہیں اب ہم باہر سے نہیں منگواتے، اِس طرح ہم اپنا روپیہ بچا لیتے ہیں۔

جب ہم اپنی ضرورّیات سے زیادہ چیزیں بنانے لگ جاتے ہیں تو وہ چیزیں باہر کے مُلکوں کے ہاتھ بیچ کر زرِمبادلہ کماتے ہیں۔ بدلے میں ہم مشینیں خریدتے ہیں اور مزید کارخانے لگاتے ہیں۔ اِن کارخانوں کی وجہ سے بہُت سے لوگوں کو روزگار بھی مِل جاتا ہے۔ صرف ریلوے ورکشاپ، لاہور میں ایک لاکھ کے قریب کارکن کام کرتے ہیں۔ آئیے اب اپنے صُوبے کے کارخانوں کے بارے میں بھی پڑھیں۔

سُوتی کپڑا بنانے کے کارخانے

سُوتی کپڑا بنانے کے کارخانے صُوبہ پنجاب میں فیصل آباد، راولپنڈی، سرگودھا، اوکاڑہ، ساہیوال جوہرآباد، مُلتان، رحیم یار خاں، میانوالی، مُظفّر گڑھ اور شیخوپورہ میں لگائے گئے ہیں۔ ہم اپنی ضرُورت سے کہیں زیادہ سُوتی دھاگا اور سُوتی کپڑا بناتے ہیں۔ جسے باہر کے مُلکوں کے ہاتھ بیچ کر کروڑوں روپے کماتے ہیں۔

ریشمی کپڑا بنانے کے کارخانے

ہم پڑھ آئے ہیں کہ شہتُوت کے پتّوں پر ریشم کے کیڑے پالے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیڑے اپنے مُنہ سے ایک لعاب نکالتے ہیں جس سے ریشمی دھاگا بنتا ہے۔ اسے "اصلی ریشم" کہتے ہیں۔ اصلی ریشم بہُت کم مقدار میں مِلتا ہے، اِس لیے زیادہ تر کپڑا مصنوعی ریشمی دھاگا ہی سے بنایا جاتا ہے۔ ضلع شیخوپورہ میں مریدکے کے قریب "ریان" دھاگا بنانے کی فیکٹری ہے۔ ریان سے ریشمی کپڑا بنایا جاتا ہے۔ ہمارے صُوبے میں ریشمی کپڑا بنانے کے کارخانے فیصل آباد اور گوجرانوالا میں قائم کیے گئے ہیں۔

اُونی کپڑا بنانے کے کارخانے

صُوبہ پنجاب میں نیم پہاڑی اور ریگستانی علاقوں میں بہُت سی بھیڑیں پالی جاتی ہیں۔ اِن بھیڑوں سے ملائم اور عمدہ قسم کی اُون حاصل کی جاتی ہے۔ اِس اُون کو کارخانوں میں صاف

کیا جاتا ہے۔ خوبصورت رنگوں میں رنگا جاتا ہے۔ اِن سے سویٹر، گرم کپڑے، کمبل اور گرم چادریں بنائی جاتی ہیں۔

ضلع اٹک میں لارنس پور کے مقام پر اُونی کپڑا بنانے کا ایک بہُت بڑا کارخانہ ہے جس میں بہُت عمدہ قسم کا گرم کپڑا بنایا جاتا ہے۔ اِس کارخانے کے علاوہ جھنگ فیصل آباد، راولپنڈی اور ملتان میں بھی کمبل، اُونی دھاگا اور کھرُدرا اُونی کپڑا بنانے کے کارخانے لگائے گئے ہیں۔

چینی بنانے کے کارخانے

پنجاب کے نہری علاقوں میں گنّے کی کاشت کی جاتی ہے۔ گنّے کے رس سے چینی بنائی جاتی ہے۔ چینی بنانے کے کارخانے قصور، فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، شیخوپورہ، جھنگ، سرگودھا، گجرات لیہ، بھکّر، رحیم یار خاں، بہاول نگر، گوجرانوالا اور ساہیوال کے ضلعوں میں ہیں۔ اِن کارخانوں میں جائیں تو گیٹ کے باہر ہی گنّے سے لدے ہُوئے ٹرک، گڈے اور ریڑھے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہاں گنّے کو تول کر کارخانے میں بھیج دیا جاتا ہے اور گنّے کے مالک روپے لے کر اپنے گھروں کی راہ لیتے ہیں۔

کھاد بنانے کے کارخانے

ہمارا صُوبہ زراعت کے لیے مشہُور ہے۔ زیادہ فصل حاصل کرنے کے لیے کھاد بہُت ضرُوری چیز ہے۔ پہلے ہم باہر سے کھاد منگوایا کرتے تھے، لیکن اب ہمارے صُوبے میں کئی ایک کارخانے قائم ہو گئے ہیں۔ آپ نے "یوریا کھاد" کا نام تو سُنا ہو گا۔ یہ کھاد کی ایک قسِم کا نام ہے۔ کھاد بنانے کے کارخانے ضلع شیخوپورہ، داؤد خیل، ملتان، فیصل آباد اور ڈھرکی (ضلع رحیم یار خاں) میں قائم کیے گئے ہیں۔

لوہے سے سامان بنانے کے کارخانے

تمام مشینیں، ٹریکٹر، عمارتوں کا سریا حتیٰ کہ سُوئی سے لے کر انجنوں تک تمام چیزیں لوہے کی بنی ہُوئی ہیں۔ سب سے اچھّا لوہا فولاد کہلاتا ہے۔ ہمارے صُوبے میں کالا باغ کے مقام پر فولاد کا کارخانہ لگانے کا منصوبہ زیرِ غور ہے۔ اِس وقت لوہے کا سامان بنانے کے لیے لاہور میں کئی کارخانے ہیں۔ جن میں ریلوے ورکشاپ اور "پیکو" بہُت مشہُور ہیں۔ اِن کے عِلاوہ ٹیکسلا کے مقام پر بھاری مشینیں بنانے کا کارخانہ ہے۔ اب یہاں فولاد بننے لگا ہے اس سے ہم تمام قسم کی مشینیں اپنے مُلک ہی میں بنائیں گے۔ ضِلع گوجرانوالا اور سیالکوٹ میں لوہے، سٹین لیس سٹیل اور جست کے سامان بنانے کے بہُت سے کارخانے قائم ہیں۔

سیمنٹ بنانے کے کارخانے

سیمنٹ، چونے کے پتّھر اور جپسم سے بنایا جاتا ہے۔ ہمارے صُوبے میں سیمنٹ بنانے کے کارخانے ضِلع راولپنڈی، ضِلع میانوالی، ضِلع جہلم اور ضِلع ملتان میں لگائے گئے ہیں۔

چاول چھڑنے کے کارخانے

ضِلع گوجرانوالا، ضِلع سیالکوٹ اور ضِلع شیخوپورہ میں لگائے گئے ہیں۔ اِن عِلاقوں میں بہُت عمدہ قسم کا باسمتی چاول پیدا ہوتا ہے۔ ہم یہ چاول باہر کے مُلکوں کو بھی بھیجتے ہیں اور اس سے کروڑوں روُپے کماتے ہیں۔

گندم پیسنے کے کارخانے

قریباً ہر ضِلعے کے بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں قائم ہیں تاکہ آٹا آسانی سے مِل سکے۔

پٹ سَن سے مختلف مصنوعات بنانے کے کارخانے

اب ہمارے صوُبے میں پٹ سَن کی کاشت کو بہُت

رواج دیا جارہا ہے۔ پٹ سَن سے بوریاں، رسّے، رسّیاں، ٹاٹ اور قالین وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ پٹ سَن سے دھاگا بنانے اور بوریاں بنانے کے کارخانے جڑانوالا اور مُظفّر گڑھ میں لگائے گئے ہیں۔

بجلی کی موٹریں اور پنکھے بنانے کے کارخانے

پاکستان کے بنے ہُوئے بجلی کے پنکھے بُہت پائدار ہیں۔ یہ بُہت عرصہ چلتے رہتے ہیں اور خراب نہیں ہوتے۔ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں پاکستانی ساخت کے پنکھے لگے ہُوئے ہیں۔ اکثر مُسلمان ممالک ہم سے پنکھے منگواتے ہیں۔ بجلی کے پنکھے بنانے کی صنعت میں ضلع گجرات بُہت مشہُور ہے۔ ضلع گجرات کے عِلاوہ گوجرانوالا، سیالکوٹ اور لاہور کے ضلعوں میں بھی بُہت اچھّی قسم کے پنکھے اور اس کے ساتھ ساتھ بجلی کی موٹریں بنائی جاتی ہیں۔ گوجرانوالا اور لاہور میں اب بجلی کے ٹرانسفارمر، روم کولر اور ائیر کنڈیشنر بھی بنتے ہیں۔

بناسپتی گھی تیّار کرنے کے کارخانے

جُوں جُوں ہمارے مُلک کی آبادی بڑھتی جارہی ہے، دیسی گھی ہمارے لیے ناکافی ہوتا جارہا ہے۔ اِس لیے اب زیادہ تر گھی بنولوں، سوُرج مُکھی اور دُوسرے تیل نکالنے والے بیجوں سے بنایا جاتا ہے۔ اِسے "بناسپتی" گھی کہتے ہیں۔ بناسپتی گھی تیّار کرنے کے کارخانے فیصل آباد، شیخوپورہ، ساہیوال، راولپنڈی، ملتان اور رحیم یار خاں کے اضلاع میں ہیں۔

گھریلو صنعتیں

جہاں مُلک کی ترقّی کے لیے کارخانے ضرُوری ہیں، وہاں گھریلو صنعتوں کی اہمیّت بھی بُہت زیادہ ہے۔ پنجاب میں کئی عِلاقوں نے بعض کاموں میں خاص شہرت حاصِل

کر لی ہے اور وہاں کی ہاتھ سے بنی ہوئی چیزیں باہر کے مُلکوں میں بھیجی جاتی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہاتھ سے چیزیں اِتنی عمدہ اور اِتنی زیادہ بنائیں کہ باہر کے مُلک ہم سے یہ چیزیں خریدیں۔ اِس طرح ہم لاکھوں روپے کمائیں گے اور مُلک کی ترقّی میں حِصّہ لیں گے۔

کھڈیوں پر کپڑا بُننا

آج سے چند سال پہلے ہمارے جولاہے ہاتھ سے چلنے والی کھڈیوں پر کام کرتے تھے اور کھدّر بناتے تھے۔ لیکن اب تو جا بجا بجلی سے چلنے والی کھڈیاں لگ گئی ہیں۔ فیصل آباد اور گوجرانوالا کے ضِلعوں میں جہاں بھی جائیں "کھٹ کھٹ" کی آواز گھروں سے سنائی دیتی ہے۔ ایک کمرے میں تین چار کھڈیاں لگ سکتی ہیں۔ گھر والے باری باری ان پر کام کرتے رہتے ہیں۔ اور یُوں ایک دن میں بہُت سا کپڑا بنا لیتے ہیں۔ یہ موٹا کپڑا باہر کے مُلکوں میں بہُت پسند کیا جاتا ہے۔ اِن ضِلعوں کے عِلاوہ اب تو باقی جگہوں پر بھی کھڈیوں پر ہر قسم کا کپڑا بنایا جاتا ہے۔ فیصل آباد اور لاہور میں ہوزری کا بہُت عمُدہ سامان بنایا جاتا ہے۔

گوجرانوالا میں بجلی کی کھڈیوں پر بہُت عمُدہ قِسم کا ریشمی کپڑا بنایا جاتا ہے۔ کھڈی پر بُنا ہوا کپڑا کسی بڑی فیکٹری کے بُنے ہُوئے کپڑے سے گھٹیا نہیں ہوتا۔ کھیس چادریں، لُنگیاں بھی کھڈیوں پر بنائی جاتی ہیں۔ یہ کھڈیاں ہاتھ سے بھی چلتی ہیں اور بجلی سے بھی، ضِلع مُظفّر گڑھ، ضِلع سرگودھا، ضِلع خوشاب، ضِلع ملتان، ضِلع وہاڑی، ضِلع قصُور اور ضِلع بہاول نگر میں عمُدہ قِسم کے کھیس، چادریں، اور لُنگیاں بُنی جاتی ہیں۔ اِس صنعت میں زیادہ تر دھاگہ رنگنے کا کام عورتیں کرتی ہیں۔

سیالکوٹ میں کھیلوں کا سامان، چینی کے برتن، سٹین لیس سٹیل کے برتن اور

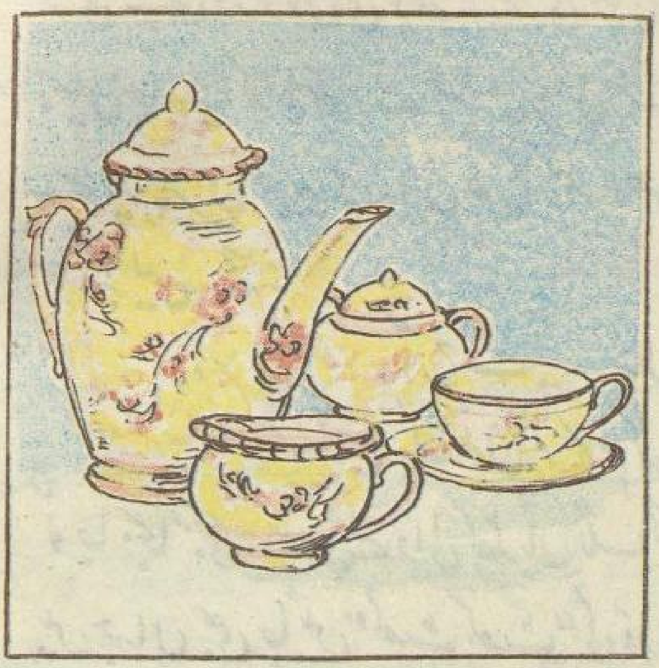

ڈاکٹری کے آلات بڑے اعلیٰ معیار کے بنتے ہیں۔ گوجرانوالا میں بھی چینی کے برتن، سٹین لیس سٹیل کے برتن، ٹرنک، چھریاں، کانٹے وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔

ضلع گجرات، ضلع میانوالی، ضلع رحیم یار خاں، ضلع بہاول پور اور ضلع سرگودھا میں بڑی عمدہ قسم کے مٹّی کے برتن بنائے جاتے ہیں۔ کچھ برتن تو اتنے باریک ہوتے ہیں کہ انھیں "کاغذی برتن" کہتے ہیں۔ بہاول پور میں برتنوں پر نقش و نگار بھی کیا جاتا ہے۔ ملتان اور بہاول پور میں اونٹ کی کھال سے لیمپ شیڈ بناتے ہیں۔ ملتان، بہاول پور، بہاول نگر، رحیم یار خاں، مظفّر گڑھ، ڈیرہ غازی خاں اور راجن پور کے ضلعوں میں کھجور کے پتّوں سے ٹوکریاں اور چٹائیاں وغیرہ بنائی جاتی ہیں۔ اِن ضلعوں میں سرکنڈے کی تیلیوں سے بھی ٹوکریاں، چنگیریں اور چٹائیاں بنائی جاتی ہیں۔ اٹک کے تِلّے کے جوتے اور قصور کے دیسی جوتے بہت مشہور ہیں۔ جھنگ اور اٹک میں گرم کمبل اور پٹّو بنائے جاتے ہیں۔

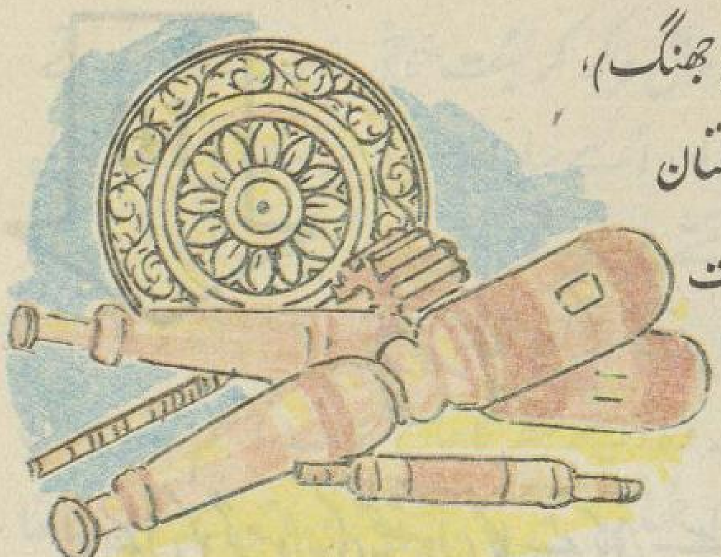

چنیوٹ، احمد پور، عیسیٰ شاہ (ضلع جھنگ)، سلانوالی اور ساہیوال (ضلع سرگودھا)، ملتان اور گجرات کے شہروں میں لکڑی کا بہُت عمُدہ قِسم کا کام ہوتا ہے۔

سوالات

1 کارخانوں سے ہمیں کیا کیا فائدے پہنچتے ہیں؟

2 ہمارے صُوبے میں اُونی کپڑا بنانے کے کارخانے کہاں کہاں ہیں؟

3 ہمارے صُوبے میں کِن کِن چیزوں کے کارخانے موجود ہیں؟ تفصیل سے لکھیں۔

4 گھریلو صنعتوں سے کیا مُراد ہے، نیز ہمارے صُوبے کی اہم گھریلو صنعتیں کون کون سی ہیں؟

5 خالی جگہ پُر کریں۔ (ا) کارخانے زیادہ ہونے سے لوگ ______ ہو جاتے ہیں۔

(ب) شہتوت کے پتّوں پر ______ کے کیڑے پالے جاتے ہیں۔

(ج) لارنس پور کے مقام پر ______ کا کارخانہ ہے۔

(د) اپنے مُلک میں بنی ہوئی چیزیں بیچ کر ہم ______ کماتے ہیں۔

(ر) کھاد ______ کے لیے بہُت ضروری ہے۔

10

ذرائع آمدورفت

بچّوں کو گرمیوں کی چھُٹّیوں کا بے تابی سے اِنتظار تھا۔ اِدھر چھُٹّیاں شرُوع ہوئیں، اُدھر اکثر بچّے اپنی کِتابیں اور چھُٹّیوں کا کام ساتھ لیے اپنے رشتہ داروں کے ہاں چل دِیے۔

ریلیں

چھُٹّیاں ختم ہوئیں تو سکُولوں میں وہی گہما گہمی شرُوع ہو گئی۔ جب اُستاد صاحب کمرۂ جماعت میں داخل ہوئے تو بچّوں نے زور سے السّلامُ علیکم کہا اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ اُستاد صاحب سمجھ گئے کہ بچّے ایک دُوسرے کو چھُٹّیوں کے بارے میں بتا رہے ہیں۔

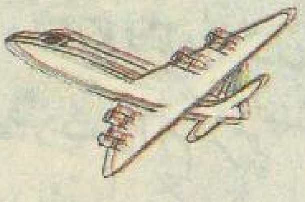

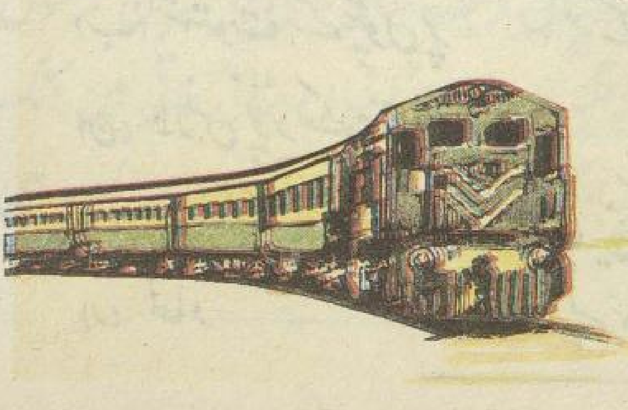

اُستاد صاحب بچّوں کا جوش و خروش دیکھ کر بہُت خوش ہوُئے۔ انھوں نے الماری میں سے صوُبہ پنجاب کا نقشہ نکالا اور اُسے سامنے دیوار پر لٹکا دیا۔ نقشے کو دیکھ کر بچّوں کی دلچسپی اور بڑھ گئی کیونکہ وُہ نقشے پر اُن سڑکوں اور ریلوے لائنوں کے نشانات دیکھنا چاہتے تھے جن پر انھوں نے سفر کیا تھا۔

اُستاد صاحب نے اُسلم سے کہا کہ وُہ اپنے سفر کا حال سُنائے۔ اُسلم کھڑا ہو گیا اور نقشے کے قریب آیا۔ اُس نے بتایا کہ چھُٹیوں میں وُہ اپنی بڑی باجی کے ہاں گیا تھا اُس کی باجی صادق آباد میں رہتی ہیں۔

مین ریلوے لائن اُس نے بتایا کہ وُہ اپنی اُمّی کے ساتھ صبُح کے وقت لاہور سے خیبر میل میں سوار ہوُا اور شام کے وقت صادق آباد پُہنچ گیا۔ یہ گاڑی صرف بڑے بڑے سٹیشنوں ہی پر رُکی۔ اُسلم لکڑی کی چھڑی سے ریلوے لائن دِکھاتا گیا اور اُن سٹیشنوں کے نام لیتا گیا، جہاں جہاں گاڑی رُکی تھی۔ بچّوں نے اپنی معاشرتی علوم کی کتاب کھولی اور کتاب میں دیئے ہوُئے ریلوں کے نقشے میں رائے وِنڈ، اوکاڑہ، ساہیوال، خانیوال، ملتان، بہاول پوُر، خان پوُر اور رحیم یار خاں کے نام پڑھے۔

اُسلم اور اُس کی اُمّی تو صادق آباد اُتر گئے، لیکن گاڑی آگے کراچی کے لیے روانہ ہو گئی۔ جس ریلوے لائن پر یہ گاڑی چلتی ہے اُسے "مین لائن" کہتے ہیں۔ یہ لائن ہمارے مُلک کی سب سے بڑی ریلوے لائن ہے۔

مین لائن کا نام سُنتے ہی مسُعود فوراً بول پڑا کہ اُس نے بھی اپنے ابّا جان کے ساتھ لاہور سے راولپنڈی جاتے ہوُئے مین لائن ہی پر سفر کیا تھا۔ راولپنڈی جاتے ہوُئے وُہ گوجرانوالا، وزیر آباد، گجرات، لالہ موُسیٰ، جہلم، گوجر خاں اور چک لالہ کے بڑے سٹیشنوں سے گزُرے۔ راولپنڈی سے یہ ریلوے لائن پشاور کو جاتی ہے۔

برانچ لائنیں

مسعود نے بتایا کہ اِس دفعہ اُنھوں نے چھٹیاں مری میں گزاریں۔ مری کی آب و ہوا گرد و غبار سے پاک تھی وہاں اتنی گاڑیاں اور شور نہیں تھا۔ درختوں کی تعداد لاہور سے زیادہ تھی۔ جس کی وجہ سے آلودگی کم تھی۔ اُس نے بتایا کہ راولپنڈی پہنچ کر اُس کی خوشی کی کوئی اِنتہا نہ رہی۔ جب اُس نے دیکھا کہ اُس کا چچا زاد بھائی کامران اپنی امّی کے ساتھ پہلے ہی مُظفّر گڑھ سے راولپنڈی پہنچا ہُوا تھا۔ کامران نے مسعُود کو بتایا کہ وُہ مُظفّر گڑھ سے اس گاڑی میں سوار ہُوئے جو مُلتان سے آئی اور راستے میں لیّہ، بھکّر، دریا خاں، پیلاں، کُندیاں، میانوالی، ماڑی اِنڈس، بسال، فتح جنگ اور گولڑہ کے سٹیشنوں سے ہوتی ہُوئی راولپنڈی پُہنچی۔ کامران نے بتایا کہ وُہ گولڑہ پُہنچے تو اُن کی گاڑی کو کھڑا کر دیا گیا اور ایک تیز رفتار گاڑی پشاور کی طرف سے آئی جو بغیر رُکے آگے چلی گئی۔ یہ تیز گاڑی اٹک، لارنس پُور اور حسن ابدال سے آئی اور راولپنڈی چلی گئی۔

مسعُود کے ایک اور عزیز ضلع چکوال سے آئے تھے۔ مسعُود نے بتایا کہ وُہ پسنجر گاڑی میں آئے اور تھوڑا سا سفر کئی گھنٹوں میں طے کیا۔ مندرہ سٹیشن پر اُن کی گاڑی بھی مین لائن سے آ ملی۔

نوید خاموش بیٹھا تھا۔ اُستاد صاحب نے نوید سے پُوچھا کہ بھئی تم نے چھُٹیاں کہاں گزُاریں؟

نوید نے بتایا کہ وُہ لاہور سے اپنے خالُو کے ہاں سیالکوٹ گیا تھا۔ جس گاڑی میں وُہ سوار تھا وہ وزیر آباد تک تو مین لائن پر گئی، پھر سیالکوٹ براستہ سمبڑیال پُہنچی۔

سیالکوٹ کا نام سُن کر محمُود بولا کہ وُہ بھی سیالکوٹ گیا تھا لیکن اُس کی گاڑی بدوملہی اور نارووال سے ہوتی ہُوئی سیالکوٹ پُہنچی۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ جب وُہ نارووال پُہنچے تو دُوسری لائن پر ایک اور مُسافر گاڑی کھڑی تھی۔ اُس کے بھائی جان نے اُسے بتایا

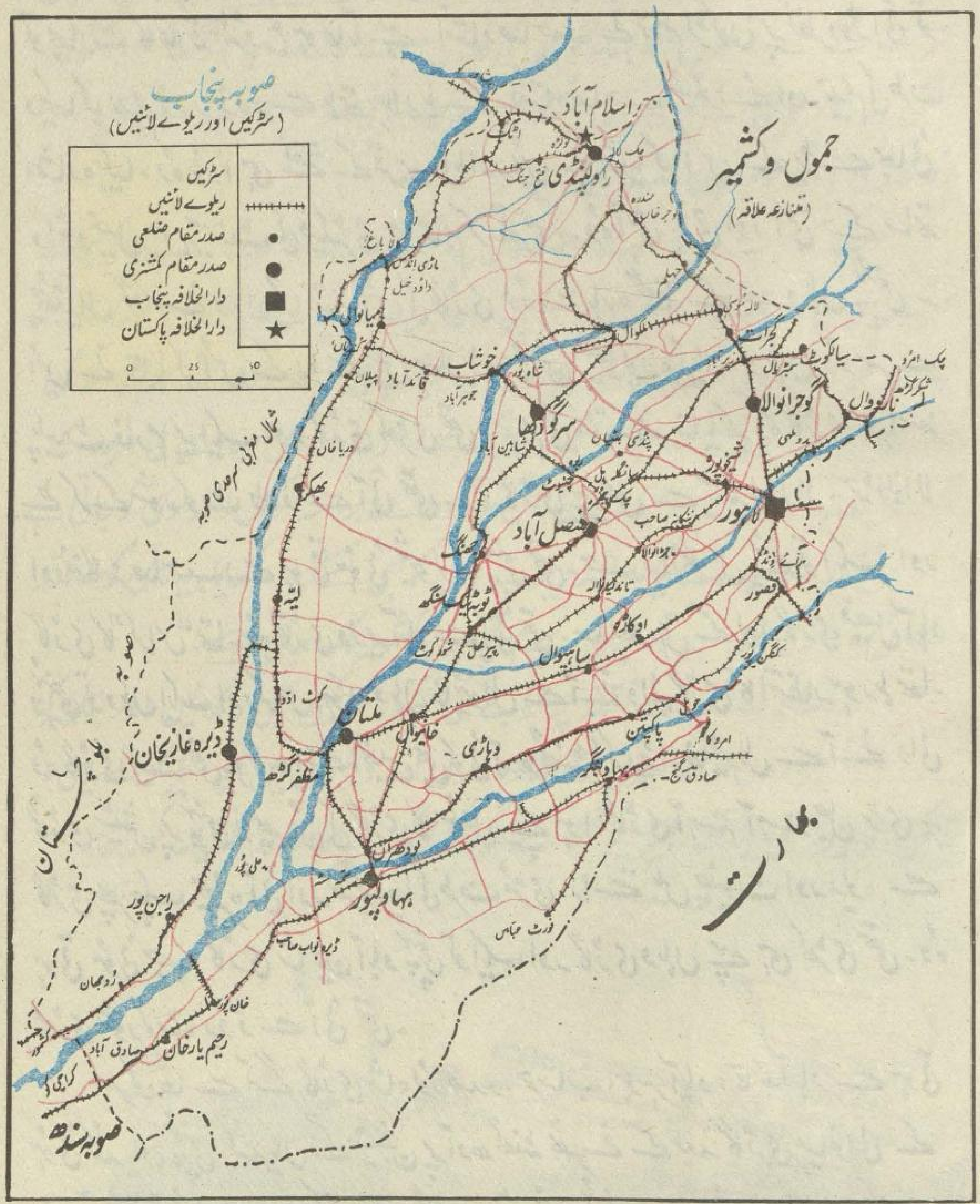
صوبہ پنجاب
(سڑکیں اور ریلوے لائنیں)
سڑکیں
ریلوے لائنیں
صدر مقام ضلعی
صدر مقام کمشنری
دارالخلافہ پنجاب
دارالخلافہ پاکستان
0
25
50
اسلام آباد
راولپنڈی
جموں و کشمیر
(متنازعہ علاقہ)
گوجرانوالہ
سیالکوٹ
گجرات
خوشاب
سرگودھا
فیصل آباد
لاہور
قصور
اوکاڑہ
ساہیوال
ملتان
خانیوال
وہاڑی
پاکپتن
بہاولنگر
بہاولپور
ڈیرہ غازیخان
مظفر گڑھ
لیہ
بھکر
میانوالی
جھنگ
ٹوبہ ٹیک سنگھ
شیخوپورہ
راجن پور
رحیم یار خان
صادق آباد
خان پور
بھارت
صوبہ سندھ
شمال مغربی سرحدی صوبہ

کہ وُہ گاڑی چک امرُو سے براستہ شکر گڑھ آئی ہے۔ چک امرُو سے تھوڑا آگے جائیں تو بھارت کا علاقہ شرُوع ہو جاتا ہے۔ اُستاد صاحب نے تمام لڑکوں پر نظر دوڑائی تو دیکھا کہ ندیم زور زور سے ہاتھ ہلا رہا ہے۔ اُستاد صاحب مُسکرائے اور ندیم کی طرف اشارہ کیا۔ وُہ فوراً ہی نقشے کے قریب آیا اور اُس نے بتایا کہ اُس کے بڑے بھائی داؤد خیل میں سیمنٹ کی فیکٹری میں کام کرتے ہیں۔ وُہ اپنی باجی اور امّی کے ساتھ چھٹّیاں گزُارنے وہاں گیا تھا۔ اُس کی گاڑی پوُرے بارہ گھنٹے کے بعد وہاں پہُنچی۔ اُس نے بتایا کہ اُس کے راستے میں پہلا بڑا سٹیشن شیخوپورہ آیا۔ وہاں دُوسرے پلیٹ فارم پر ایک اور گاڑی کھڑی تھی۔ ندیم کی امّی نے بتایا کہ وُہ گاڑی لمبا سفر طے کر کے شور کوٹ روڈ سے آئی تھی۔ وُہ گاڑی پیر محل سے تاندلیانوالہ، جڑانوالا اور ننکانہ صاحب سے ہوتی ہُوئی شیخوپورہ پہُنچی تھی۔ جب سانگلہ ہِل پہُنچے تو ایک اور گاڑی کا "کراس" تھا۔ وُہ گاڑی وزیر آباد سے آئی تھی۔ سانگلہ ہِل کے بعد گاڑی فیصل آباد پہُنچی تو وہاں ایک اور کراس ہوُا۔ وہاں خانیوال سے آنے والی گاڑی کا انتظار ہو رہا تھا۔ وُہ گاڑی لیٹ تھی۔ اِس واسطے اُنھیں بھی کوئی آدھ گھنٹہ رُکنا پڑا۔ خانیوال سے آنے والی گاڑی سٹیشن پر پہُنچی تو پھر اُن کی گاڑی کا سگنل نیچے ہوُا۔ گاڑی آہستہ آہستہ چل پڑی۔ گاڑی پھر چک جھمرہ آئی اور سرگودھا کی طرف مُڑی۔ راستے میں چنیوٹ اور ربوہ سے ہوتی ہُوئی جب گاڑی شاہین آباد پہُنچی تو ایک اور گاڑی وہاں پہلے ہی کھڑی تھی۔ وُہ گاڑی شور کوٹ روڈ سے آئی تھی۔

سرگودھا سے آگے گاڑی شاہ پوُر صدر، خوشاب، جوہر آباد، قائد آباد سے ہوتی ہُوئی کُندیاں پہُنچی۔ کُندیاں کے سٹیشن پر آدھ گھنٹہ ٹھہرنے کے بعد گاڑی میانوالی کے لیے روانہ ہُوئی جہاں سے کچھُ دیر بعد گاڑی داؤد خیل پہُنچی۔ وہاں پلیٹ فارم پر ندیم کے بھائی جان نظر آ گئے۔ اُنھیں دیکھ کر ندیم کی سفر کی ساری تھکان دوُر ہو گئی۔

اُستاد صاحب نقشے کے قریب آئے اور بچّوں کو بتایا کہ چھٹّیوں میں وہ پاک پتن شریف گئے تھے۔ اُنھوں نے بتایا کہ اُن کی گاڑی رائے وِنڈ، راجا جنگ، قصور، کنگن پُور اور حویلی سے ہوتی ہُوئی پاک پتن شریف پہُنچی۔ ماسٹر صاحب نے بتایا کہ وُہ گاڑی آگے لودھراں تک جاتی ہے۔

جب تمام بچّے اپنے اپنے سفر کا حال بتا چُکے تو اُستاد صاحب نے بتایا کہ ہمارے صُوبے میں چند ریلوے لائنیں اور بھی ہیں۔ اِن میں سے ایک برانچ لائن سمّہ سٹّہ سے بہاول نگر ہوتی ہُوئی منڈی صادق گنج اور امروکا کو جاتی ہے اور دُوسری لائن بہاول نگر ہوتی ہُوئی فورٹ عبّاس تک جاتی ہے۔ فورٹ عباس بھارت کی سرحد کے قریب ایک پُرانا قصبہ ہے۔ ایک برانچ لائن سرگودھا سے براستہ ملکوال لالہ موسیٰ کو جاتی ہے۔

اُستاد صاحب نے ایک اور ریلوے لائن کو بھی نقشے پر دکھایا۔ یہ لائن کوٹ ادّو سے ڈیرہ غازی خاں اور رُوجھان سے ہوتی ہوئی کشمور تک جاتی ہے۔

سڑکیں

اُستاد صاحب نے نقشہ پر صُوبے کی مشہُور سڑکیں بھی دکھائیں اور بتایا کہ ہزاروں لوگ ریلوں کے عِلاوہ بسوں اور ویگنوں میں بھی سفر کرتے ہیں۔ لیکن ان میں بھی بہُت بھیڑ ہو گئی ہے۔ کیونکہ لوگ زیادہ اور گاڑیاں کم ہیں۔

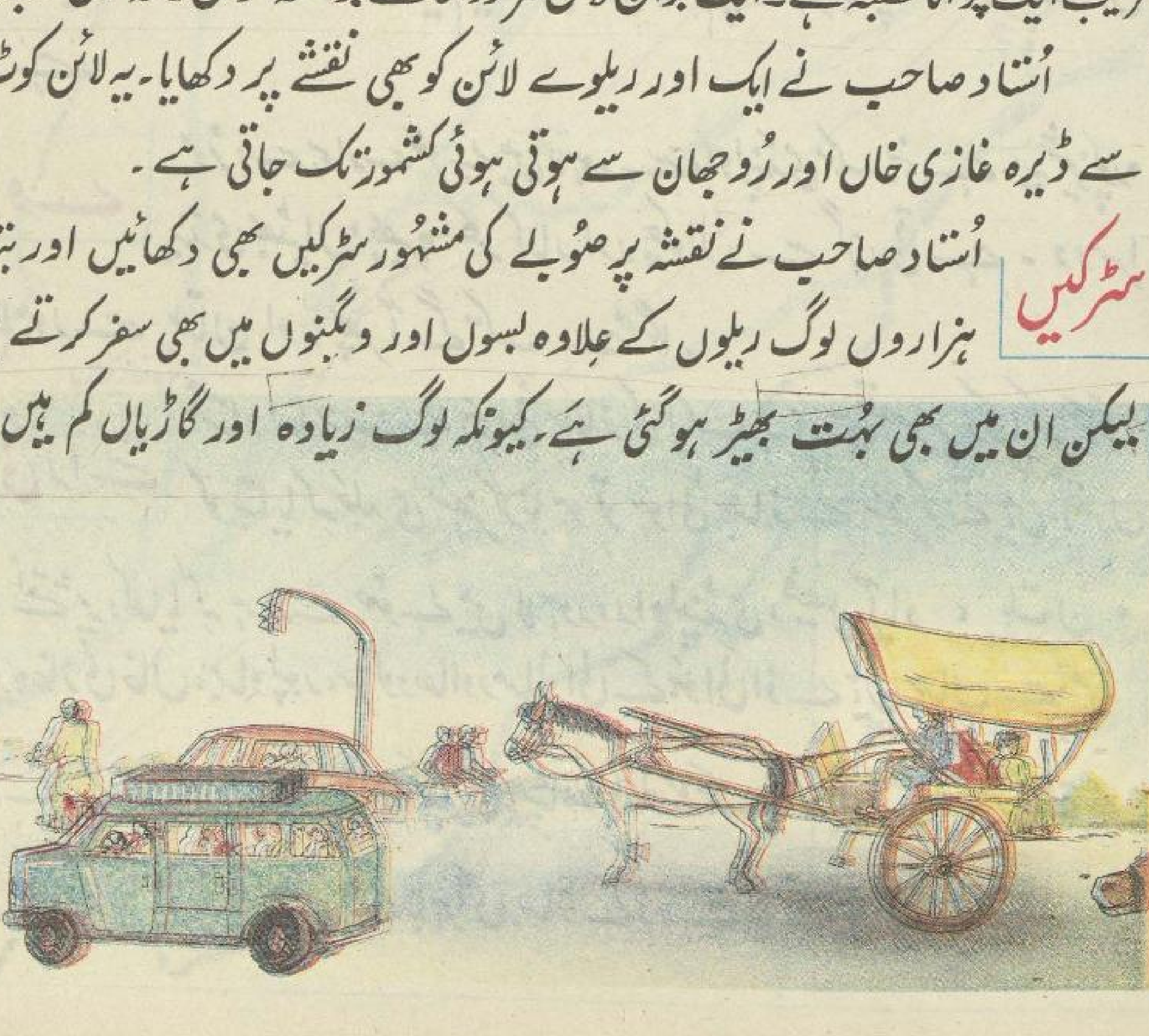

اُستاد صاحب نے بتایا کہ پنجاب کی اہم سڑک تو لاہور سے گوجرانوالا، وزیر آباد گجرات، جہلم، راولپنڈی اور اٹک سے ہوتی ہوئی پشاور کو جاتی ہے اور دُوسری طرف لاہور سے اوکاڑہ، ساہیوال، خانیوال، مُلتان، بہاول پُور، خان پُور، رحیم یار خاں اور صادق آباد سے ہوتی ہوئی کراچی کی طرف جاتی ہے۔ اِس بڑی سڑک کو "شاہراہ پاکستان" کہتے ہیں۔

لاہور سے ایک سڑک شیخوپورہ، پنڈی بھٹیاں، چنیوٹ، سرگودھا، خوشاب، میانوالی ہوتی ہوئی کالا باغ تک جاتی ہے۔ شیخوپورہ سے ایک سڑک گوجرانوالا کو اور دُوسری فیصل آباد سے ہوتی ہوئی جھنگ جاتی ہے جہاں سے مُظفّر گڑھ، علی پور، ڈیرہ نواب صاحب کے راستے رحیم یار خاں کے مقام پر شاہراہِ پاکستان سے مل جاتی ہے۔

موٹروے

موٹروے ہمارے صوبے میں لاہور سے راولپنڈی تک بنی ہے۔ یہ شیخوپورہ پنڈی بھٹیاں، بھیرہ، کلر کہار اور چکوال سے گزرتی ہے۔ دوسرا حِصّہ لاہور سے ملتان اور پھر آگے تک بنے گا۔

ہَوائی راستے

اُستاد صاحب نے ہَوائی جہاز کی ایک بڑی سی تصویر دکھا کر بچّوں کو بتایا کہ جلدی سَفر کرنا ہو تو ہَوائی جہاز سے سَفر کرتے ہیں۔ اُنھوں نے نقشے پر دکھایا کہ ہمارے صُوبے میں لاہور، راولپنڈی، فیصل آباد، ملتان، ڈیرہ غازی خاں، بہاولپور، سرگودھا اور میانوالی کے ہَوائی اڈے ہیں جہاں سے ہم صُوبے کے ان شہروں کے علاوہ کراچی، پشاور اور کوئٹہ تک پاکستان میں سفر کر سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو پاکستان کے باہر بھی جہاز کے ذریعے جا سکتے ہیں۔

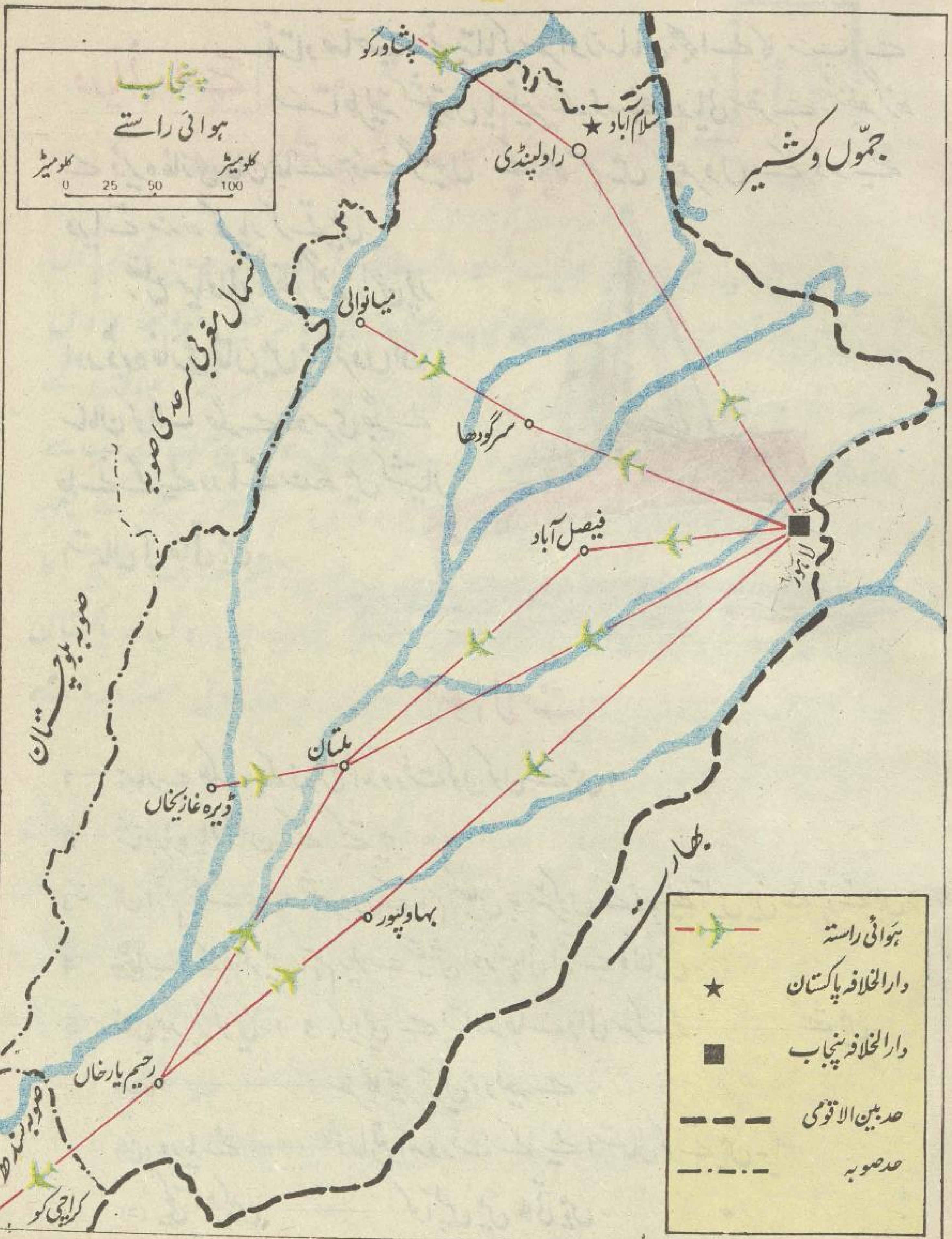
پنجاب
ہوائی راستے
کلومیٹر
0 25 50 100
کلومیٹر
پشاور کو
اسلام آباد
راولپنڈی
جموّں و کشمیر
شمال مغربی سرحدی صوبہ
میانوالی
سرگودھا
فیصل آباد
لاہور
صوبہ بلوچستان
ملتان
ڈیرہ غازیخاں
بھارت
بہاولپور
رحیم یارخاں
صوبہ سندھ
کراچی کو
ہوائی راستہ
دارالخلافہ پاکستان
دارالخلافہ پنجاب
حد بین الاقوامی
حد صوبہ

دریائی راستے

اُستاد صاحب نے بتایا کہ سفر اور سامان بھجوانے کا سب سے سَستا طریقہ کشتیوں یا سٹیمر کے ذریعے دریائی سفر ہے۔ مُظفّر گڑھ سے ڈیرہ غازی خاں جاتے ہوئے گرمیوں کے موسم میں سٹیمروں کے ذریعے دریائے سندھ کو پار کرتے ہیں۔

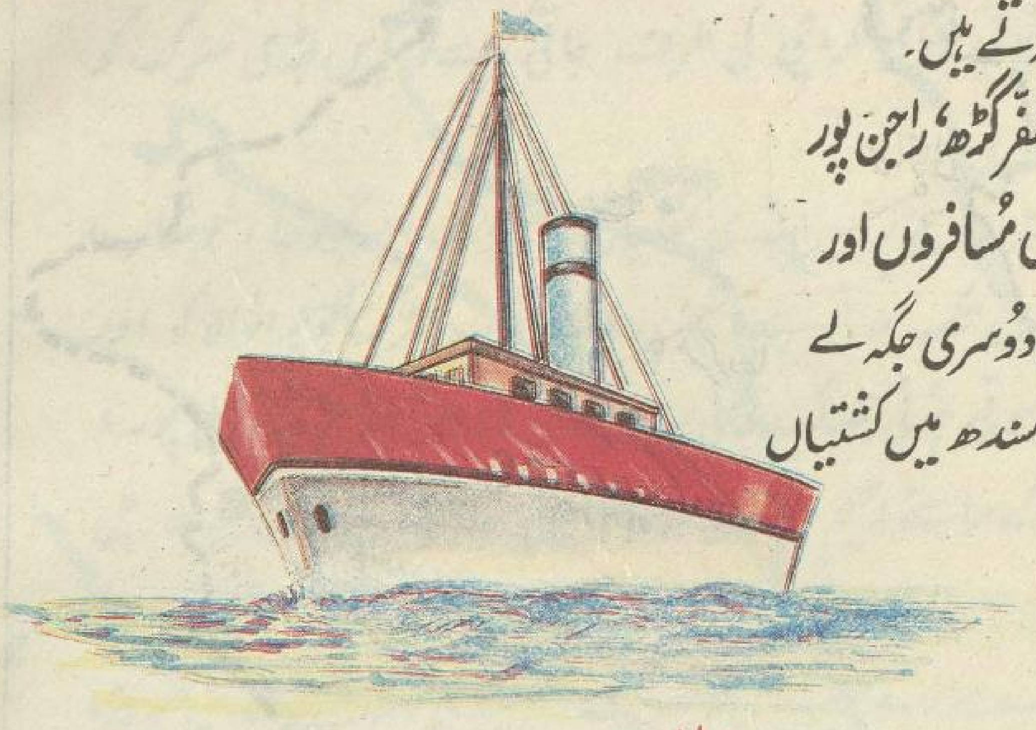

ضلع میانوالی، مُظفّر گڑھ، راجن پور اور ڈیرہ غازی خاں میں مُسافروں اور سامان کو ایک جگہ سے دُوسری جگہ لے جانے کے لیے دریائے سندھ میں کشتیاں استعمال کی جاتی ہیں۔

سوالات

1 ہمارے ملک کے ذرائع آمدورفت کون کون سے ہیں؟

2 شاہراہِ پاکستان کِسے کہتے ہیں؟

3 ان اہم بڑے بڑے شہروں کے نام لکھیں جو سڑکوں کے ذریعے آپس میں ملے ہُوئے ہیں۔

4 پنجاب کے خاکہ میں اہم ریلوے سٹیشن اور ہَوائی اڈّے دکھائیں۔

5 خالی جگہ پُر کریں۔ (ا) کراچی سے پشاور جانے والی سڑک کو ــــــــ کہتے ہیں۔

(ب) ــــــــ سفر کا تیز ترین ذریعہ ہے۔

(ج) دریائے ــــــــ ذرائع آمدورفت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

(د) کچی سڑکیں ــــــــ کو آپس میں ملاتی ہیں۔

11

صُوبہ پنجاب کی تاریخ

صُوبہ پنجاب جنوبی ایشیا کا ایک بہُت اہم علاقہ رہا ہے۔ پنجاب پانچ دریاؤں کی سرزمین کو کہتے ہیں۔ آزادی سے پہلے جب ابھی پاکستان قائم نہیں ہُوا تھا، اُس وقت پنجاب میں پانچ دریا ستلج، بیاس، راوی، چناب اور جہلم شمالی علاقوں کے پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور ریاست جمّوں وکشمیر سے آتے ہیں اور جنوبی ایشیا کے سب سے بڑے دریا سندھ میں پنجند کے مقام پر شامل ہوتے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد جب پنجاب کو تقسیم کیا گیا تو دریائے بیاس مکمل طور پر جبکہ دریائے ستلج کا زیادہ حصّہ بھارت کے حصّے میں آنے والے مشرقی پنجاب میں رہ گیا۔ پاکستان کا حصّہ بننے والے پنجاب میں جہلم اور چناب مکمل طور پر جبکہ کافی حصّہ دریائے راوی کا موجود ہے۔

صوبہ پنجاب ایک بہُت خوش حال اور بہُت بڑا صوبہ تھا جس کی حدود شمال مشرق اور شمالی پہاڑی علاقوں سے لے کر صُوبہ سندھ کی سرحد پر واقع ضلع رحیم یار خان تک تھیں۔ 1901ء میں پنجاب میں سے کچھ علاقے علیحدہ کر کے صوبہ سرحد بنایا گیا اور یوں پنجاب جو پہلے پشاور تک ہوتا تھا۔ اب اٹک شہر تک رہ گیا ہے۔ 1947ء میں پنجاب کو مزید تقسیم کیا گیا اور بھارتی پنجاب اور پاکستان کا پنجاب الگ ہو گئے۔

پنجاب کی تاریخ بہُت پرانی ہے اور یہ اُس وقت سے شروع ہوتی ہے۔

جب جنوبی ایشیا میں کوئی ایک بڑی حکومت نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ یہ علاقہ جسے بعد میں ہندوستان کا نام دیا گیا بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ دریائے سندھ اور دوسرے پانچ دریاؤں کی وجہ سے اِس علاقے کی زمین بہت زرخیز سمجھی جاتی تھی اِس لیے یہاں آباد لوگ بہت خوشحال اور اپنے زمانے کے حوالے سے بہت تہذیب یافتہ تھے۔ لاہور سے قریباً دو سو کلومیٹر اور ساہیوال شہر سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر لاہور سے کراچی کی سڑک پر ہڑپہ کے قدیم کھنڈرات موجود ہیں۔ ہڑپہ پانچ ہزار سال پرانا شہر تھا جو دریائے راوی کے کنارے پر آباد تھا۔ 1920ء میں ہڑپہ کے پرانے آثار دریافت ہوئے تھے اور آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے کھدائی کرکے یہاں سے جو برتن، زیورات، کھلونے اور مورتیاں برآمد کی ہیں اُن سے معلوم ہوتا

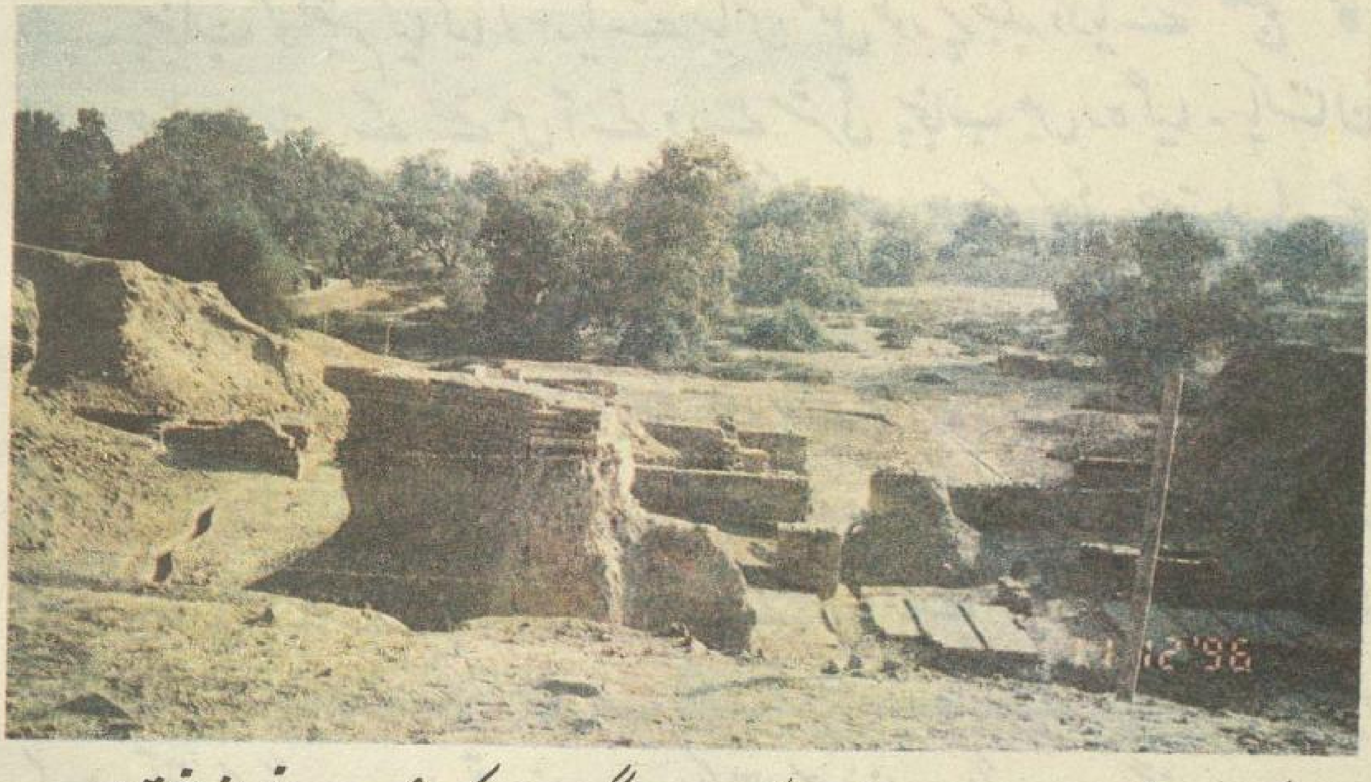

ہے کہ یہ علاقہ جسے بعد میں پنجاب کا نام دیا گیا دنیا کی بہت پرانی انسانی تہذیب کا علاقہ ہے۔ ہڑپہ کو اپنے پرانے آثار کی وجہ سے تمام دُنیا میں شہرت حاصل ہے۔

سلطان محمود غزنویؒ کی پنجاب میں آمد

سلطان محمود غزنویؒ کے پنجاب پر حملوں سے پہلے اِس علاقے میں مسلمان موجود نہیں تھے، اِس وقت تک پنجاب کا علاقہ کئی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم تھا اور اُن پر ہندو راجا حکومت کرتے تھے جو خود دہلی کے راجاؤں کے ماتحت ہوتے تھے۔ اُس وقت تک مسلمان ہندوستان کے جنوبی حصّے میں اور صُوبہ سندھ تک آباد ہو چکے تھے جس میں ملتان کا علاقہ بھی شامل تھا۔ جس کو محمُود غزنویؒ سے بہت پہلے محمّد بن قاسمؒ نے فتح کر لیا تھا۔ گیارھویں صدی عیسوی میں محمُود غزنویؒ نے پنجاب پر حملہ کیا۔ اس وقت یہاں راجا جے پال حکومت کرتا تھا۔ اُس نے محمُود غزنویؒ سے شکست کھائی اور اطاعت قبول کر لی۔

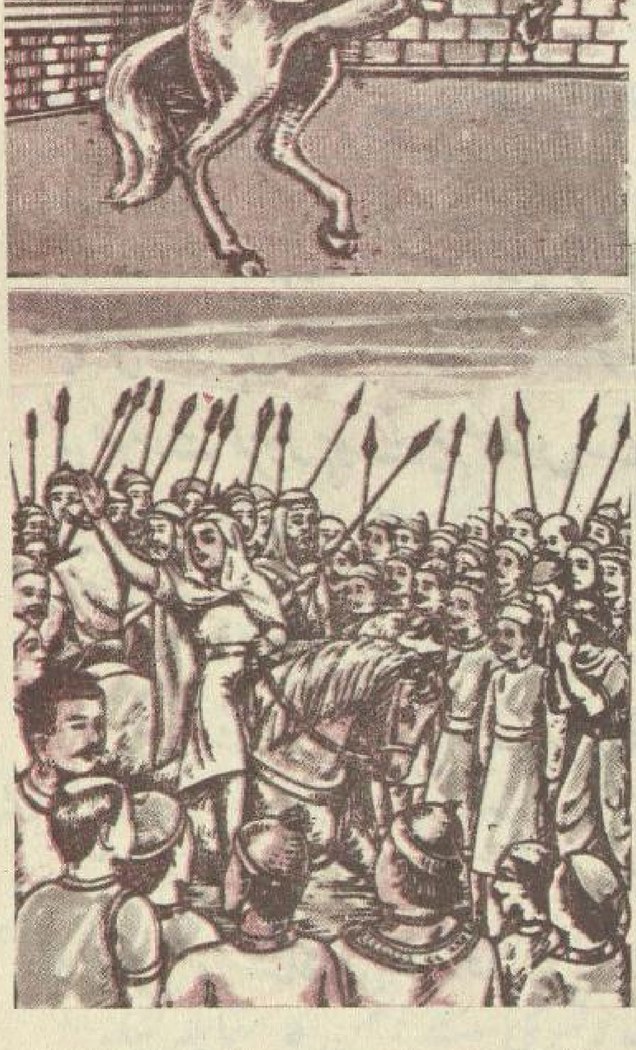

محمُود غزنویؒ نے پنجاب پر مکمل قبضہ کر کے اپنے ایک غلام ایاز کو پنجاب کا گورنر مقرر کیا۔ لاہور کے مشہور شاہی قلعے کے بارے میں تاریخ کے ماہرین کا

خیال ہے کہ یہ راجا جے پال کے زمانے سے بھی پہلے یہاں موجود تھا۔ بعد میں ایاز نے پرانے قلعے کو دوبارہ تعمیر کرایا اور اُس وقت سے لے کر مغل بادشاہوں کے دور تک اِس قلعے کی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا رہا۔

محمود غزنویؒ کے زمانے سے لے کر مغلیہ سلطنت کے زوال تک قریباً آٹھ سو سال تک پنجاب مسلمان بادشاہوں کی سلطنت میں شامل رہا اور دہلی کے تمام بادشاہ پنجاب کو بہت اہمیت دیتے رہے اور دہلی اور آگرہ کے ساتھ ساتھ لاہور بھی ان بادشاہوں کا پسندیدہ شہر رہا۔

پنجاب میں رنجیت سنگھ کا دورِ حکومت

1707ء میں اورنگ زیبؒ بادشاہ کے انتقال کے بعد مغل سلطنت بہت کمزور ہو گئی اور دہلی کے ماتحت مختلف صوبے بغاوت اور انتشار کا شکار ہو گئے۔ پنجاب کی حکومت کمزور ہونے پر سکھوں نے اپنا اثر بڑھانا شروع کیا اور پنجاب کے بڑے شہروں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ سکھوں نے لاہور اور ملتان کو خاص طور پر کئی مرتبہ لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا شکار بنایا۔ آخر کار پنجاب پر سکھ حکمران رنجیت سنگھ نے اپنی حکومت قائم کر لی۔ اِس دوران سکھوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں پر بہت ظلم کیے۔ خاص طور پر سکھوں نے مسلمانوں کی عبادت گاہوں، مختلف مزاروں اور درسگاہوں کو تباہ کیا۔

پنجاب میں انگریزوں کی آمد

1849ء میں انگریزوں نے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ جب 1857ء میں ہندوستان کے لوگوں نے انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی شروع کی تو بنگال، بہار، اودھ اور دہلی کے ساتھ ساتھ پنجاب میں بہُت سے مقامات پر عوام نے انگریزوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ اور ان کے خلاف مسلح جدوجہد ہوئی۔ اِن میں پاکستانی پنجاب سے سب سے زیادہ جدوجہد ملتان، کوہاٹ، جہلم اور گوگیرہ (ساہیوال) کے عوام نے کی۔ گوگیرہ کے آس پاس کے چار قبیلے، کاٹھیا، کھرل، فتیانہ، اور وٹو انگریزوں کے خلاف جنگ میں پیش پیش تھے اور اُنھوں نے تیس ہزار افراد پر مشتمل فوج تشکیل دے لی تھی۔ یہ جدوجہد اِس لیے کامیاب نہ ہو سکی کیونکہ کچھ مفاد پرست لوگوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا اور مجاہدوں کی مخبری کی۔ اِس کے علاوہ سکھوں اور پنجاب کی سکھ ریاستوں کے راجاؤں نے اسلحہ، فوج اور روپیہ پیسے سے انگریزوں کی مدد کی۔

انگریزوں نے ہندوستان پر اپنا قبضہ مکمل کر کے پنجاب پر خاص توجہ دی کیونکہ یہ علاقہ زرخیز زمینوں کی وجہ سے غلّہ پیدا کرتا تھا اور پنجاب کے ہی کچھ اضلاع کے لوگ فوج میں شوق سے بھرتی ہونے کے لیے مشہور تھے۔

آزادی کے بعد پھر یہ لوگ فوج میں بھرتی ہونے لگے۔ 1965ء کی جنگ میں قصور، لاہور اور سیالکوٹ پنجاب کے سرحدی شہر ہونے کی بنا پر دُشمن کا خاص نشانہ تھے لیکن اِن شہروں کے عوام اور فوج نے بہُت دلیری سے دُشمن کا مقابلہ کیا۔

پنجاب کی معیشت زیادہ تر زراعت پر مبنی ہے۔ پنجاب میں دُنیا کا بہترین نہری آبپاشی کا نظام ہے اور سارے صوبے میں نہروں کا جال بچھا ہوا ہے۔

پنجاب سے پاکستان کے لیے جدوجہد

پنجاب کے ایک بہت اہم مسلمان لیڈر علاّمہ محمّد اقبالؒ تھے جنھوں نے 1930ء میں مسلمانوں کے لیے الگ مملکت کا تصوّر دیا تھا۔ علاّمہ اقبالؒ کا مزار لاہور میں شاہی مسجد کے پہلو میں ہے۔

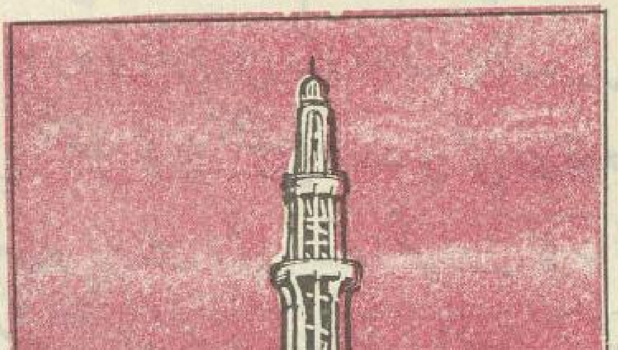

قرار داد لاہور

مسلمانوں کے لیے ایک الگ ملک بنانے کی قرار داد 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں منٹو پارک میں ایک بہت بڑے جلسے میں منظور کی گئی تھی۔ اِس جلسے کی صدارت قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے کی تھی۔ اس قرار داد کو قرار دادِ پاکستان بھی کہا جاتا ہے۔ بعد میں منٹو پارک کا نام علاّمہ اقبالؒ کے نام پر اقبال پارک رکھ دیا گیا تھا اور جلسے کی جگہ پر مینارِ پاکستان بنایا گیا ہے۔

مہاجرین کی آمد

پاکستان بننے کے بعد بھارت کے مختلف علاقوں میں بسنے والے مسلمان پاکستان آنا شروع ہو گئے۔ اُنھوں نے اپنے پیارے گھر، جہاں وہ کئی نسلوں سے رہ رہے تھے چھوڑ دِیے، اپنے سامان اور جانوروں کی پروا نہ کی۔ اُنھوں نے سفر کی تکالیف برداشت کیں اور پاکستان چل پڑے۔ پھر بھی یہ لوگ بہُت خُوش تھے کہ وُہ اپنے وطن جا رہے ہیں۔ اِس طرح پاکستان کے عِلاقوں میں بسنے والے ہندو بھی بھارت جانے لگے۔

مُسلمانوں نے پاکستان سے جانے والوں کو ہر قسم کی سہولتیں دیں، لیکن بھارت کے لوگوں نے مُسلمانوں پر بہُت ظلم کیے۔ وہ ریل گاڑیوں، بسوں اور مسلمانوں کے قافلوں پر حملے کرتے اور سامان لُوٹ لیتے۔ مُسلمان تو اپنے وطن جا رہے تھے اور اِن کے پاس سامانِ جنگ تو نہیں تھا۔ اس طرح نہتے مُسلمانوں پر جب حملہ ہوتا تو وہ اپنا دفاع بھی نہ کر پاتے اور کئی مُسلمانوں کو شہید کر دیا جاتا۔

جو مُسلمان مہاجرین سرحد پار کر کے پنجاب میں آتے، یہاں کے رہنے والے مُسلمان ان کو ہر طرح کی سہولتیں پہنچاتے۔ مہاجرین کے لیے بڑے بڑے کیمپ لگائے گئے تھے جہاں اِن کے کھانے پینے، کپڑے اور رہائش کا انتظام ہوتا۔ زخمیوں کے لیے ابتدائی طِبّی امداد کا انتظام تھا۔ انھیں بیماریوں سے بچانے کے لیے ٹیکے لگائے جاتے تھے۔ یہی نہیں، مہاجرین جب پاکستان کے دُوسرے صُوبوں میں گئے تو اُنھوں نے بھی ان کو ہر طرح کی سہولتیں دیں۔ پاکستان سے بھارت جانے والے لوگوں نے جو مکان اور زمینیں خالی کی تھیں، وہ سب مہاجرین کو دے دی گئیں۔ اب ہم سب پاکستانی ہیں۔ سب مل کر پاکستان کے لیے کام کر رہے ہیں۔

بھارت پاکستان کا ایک ہمسایہ مُلک ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ دونوں مُلک ہمسایوں کی طرح ایک دُوسرے کے کام آتے مگر بھارت نے ہمیشہ پاکستان کے ساتھ تعلّقات خراب کرنے میں پہل کی۔

6 ستمبر 1965ء کو بھارت نے بغیر اعلانِ جنگ کیے لاہور کی سرحد پر حملہ کر دیا پاکستانی فوج نے اس کا مُنہ توڑ جواب دیا اور بھارت کے کئی علاقے بھی فتح کر لیے۔ اِس جنگ میں پاکستان کے بہادر فوجی افسروں اور جوانوں نے شہادت پائی اور دُشمن کو آگے نہ بڑھنے دیا۔

اس جنگ کے دوران پاک فوج کے ساتھ ساتھ پاکستانی عوام میں بھی بڑا جوش تھا۔ سرحدی علاقوں میں رہنے والے لوگ بالکل نہ گھبرائے۔ سکُول اور کالج کے طلبہ و طالبات نے فوجیوں کے لیے خُون دِیا، تاکہ زخمی فوجیوں کو دیا جا سکے۔ اگر دُشمن کے ہوائی جہاز شہرِوں اور دیہاتوں پر بم گراتے تو لوگ ہمت سے کام لیتے اور حفاظت

کی ضروری تدابیر اختیار کرتے ۔
آخر، بھارت نے پاک فوج اور پاکستانی عوام کی بہادری کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ۔ پنجاب کے لوگ اپنے دُوسرے ہم وطنوں کے ساتھ پاکستان کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ہر وقت تیار ہیں ۔ وُہ مُلکی ترقی کے لیے زراعت، صنعت اور دوسرے کاموں میں بھی ہر وقت محنت کرتے رہتے ہیں ۔

سوالات

1 - صوبہ پنجاب کو پنجاب کیوں کہتے ہیں ؟

2 - سلطان محمود غزنویؒ کی پنجاب میں آمد کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ بیان کریں ۔

3 - رنجیت سنگھ کے دَور حکومت کو مسلمانوں اور ہندوں کے لیے ظلم کا دور کہا جاتا ہے ؟ تفصیل سے بیان کریں۔

4 - پنجاب میں انگریزوں کی آمد کے بارے میں مفصل نوٹ لکھیے ۔

5 - پاکستان میں مہاجرین کی آمد اور ان کو دی گئی سہولیات کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

6 - قرار داد لاہور کب اور کہاں منظور کی گئی وضاحت کریں ۔

7 - 1965 کی جنگ میں پاکستانی عوام اور فوج نے کس طرح بھارت کی فوج کو شکست دی ؟

8 - خالی جگہ پُر کریں ۔

ا۔ پنجاب پانچ دریاؤں کی ______ کو کہتے ہیں ۔

ب۔ ______ میں پنجاب کو مزید تقسیم کیا گیا ۔

ج ۔ ہڑپہ ______ سال پرانا شہر تھا ۔

د- 1920ء میں ______ کے پرانے آثار دریافت ہوئے تھے۔

ہ- سلطان محمود غزنویؒ کے ______ پر حملوں سے اس علاقے میں مسلمان موجود نہیں تھے۔

9- غلط کے سامنے (x) کا نشان لگائیں اور درست کے سامنے (✓) کا نشان لگائیں۔

ا- چار دریاؤں کی سرزمین کو پنجاب کہتے ہیں۔

ب- 1930ء میں ہڑپہ کے پرانے آثار دریافت ہوئے ہیں۔

ج- 1840ء میں انگریزوں نے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔

د- 1965ء کی جنگ میں قصور، لاہور اور سیالکوٹ پنجاب کے سرحدی شہر ہونے کی وجہ سے دشمنی کا خاص نشانہ بنے تھے۔

ہ- الگ ملک بنانے کی قرارداد 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں منٹو پارک کے مقام پر ایک بہت بڑے جلسے میں منظور کی گئی تھی۔

10- نیچے خانوں میں سن دیے گئے ہیں۔ نیچے خالی خانوں میں واقعات کے سن لکھیں۔

1965ء	1940ء	1857ء	1911ء

12

ذرائع ابلاغ

ہمیں ہر روز نئ نئ باتوں کا پتا چلتا ہے کہ فلاں مُلک میں ایک ریل گاڑی ہے جو 500 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑتی ہے۔ اِسی طرح ہر روز تازہ خبریں آتی ہیں۔ کہ پاکستان کی کرکٹ ٹیم نے فلاں مُلک کو ہرا دیا، فلاں کھلاڑی نے سو سے زیادہ سکور کیا اور آؤٹ نہیں ہُوا، لاہور کے چڑیا گھر میں نیا ہاتھی آگیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب باتیں ہمیں ذرائع ابلاغ سے حاصل ہوتی ہیں، ذرائع، ذریعے کی جمع ہے۔ اور ابلاغ کا مطلب ہے کوئی بات کسی کو پہنچانا۔ ذرائع ابلاغ میں ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات وغیرہ شامل ہیں۔

ریڈیو

بہُت سال پہلے ریڈیو ایجاد ہُوا تھا۔ اُس وقت لوگ بڑے حیران ہوئے کہ ایک ڈبّہ مختلف آوازوں میں بولتا ہے اور کئی طرح کے پروگرام سناتا ہے۔ اب تو گھر گھر میں ریڈیو ہوتا ہے۔ اِس پر صبح سے رات گئے تک مختلف پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ اِس پر کئی مُلکوں کے پروگرام سُنے جا سکتے ہیں۔ ریڈیو پر خبروں کے علاوہ تعلیمی موسیقی، معلوماتِ عامہ، کھیلوں اور دیگر پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ ہمارے صُوبے میں بہاول پور، فیصل آباد، مُلتان، راولپنڈی اور لاہور میں ریڈیو سٹیشن ہیں۔ ریڈیو بجلی سے بھی چلتا ہے اور بیٹری سے بھی بیٹری سے چلنے والے ریڈیو کو ٹرانسسٹر کہتے ہیں۔

ٹیلی ویژن

ریڈیو کے بعد ٹیلی ویژن ایک بہت اہم ایجاد ہے۔ پاکستان میں ٹیلی ویژن سٹیشن کی ابتداء 1964ء میں ہوئی۔ اِس میں آواز کے ساتھ تصویر بھی نظر آتی ہے۔ لوگ چلتے پھرتے اور کام کرتے دکھائی دیتے ہیں، جیسا کہ عام زندگی میں ہوتا ہے۔ یہ سب دیکھ کر بڑا مزا آتا ہے۔ ٹیلی ویژن پر خبریں اور معلوماتی پروگرام دکھائے جاتے ہیں جن کو دیکھنے سے ہمیں سائنس، مختلف جانوروں اور مہمات وغیرہ کے متعلق بڑی دلچسپ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اِس کے علاوہ بچّوں کے پروگرام، کارٹون، ڈرامے، خاص قومی دِنوں اور تہواروں کے موقع پر پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ ہاکی، کرکٹ اور دُوسری کھیلوں کے میچ دکھائے جاتے ہیں۔

ٹیلی ویژن دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک میں تصویر کالی اور سفید نظر آتی ہے اور دُوسرے میں پروگرام رنگین دکھائی دیتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ ٹیلی ویژن کے پروگرام دیکھنے سے معلومات بڑھتی ہیں، مگر ٹیلی ویژن صرف اُسی وقت دیکھنا چاہیے جس وقت آپ فارغ ہوں۔ ہر کام وقت پر کرنا ہی اچھّی بات ہے۔ بچّوں کے لیے ضرُوری ہے کہ پڑھنے کے وقت صرف پڑھیں، کھیل کے وقت کھیلیں اور جب فارغ ہوں تو اپنا پسندیدہ پروگرام ضرور دیکھ لیں۔ اگر صرف ٹیلی ویژن دیکھتے رہیں تو پھر سکول کا کام نہیں ہو سکے گا اور پڑھائی میں کمزور ہو جائیں گے جو کسی صورت میں درست نہ ہو گا۔

ٹیلی ویژن ہمیں کم از کم تین میٹر دُور بیٹھ کر دیکھنا چاہیے، اِس طرح نظر خراب نہیں ہوتی۔ رات دیر تک ٹیلی ویژن نہیں دیکھنا چاہیے، اس طرح دیر سے سونے سے صبح جلدی نہ اُٹھ سکیں گے اور سکول جانے میں دیر ہو جائے گی۔

اخبار

اخبارات میں عام دلچسپ مُعلومات کے علاوہ خبریں زیادہ ہوتی ہیں۔ کئی شہروں سے اخبارات نکلتے ہیں اور اخبار کئی زبانوں میں شائع کیے

جانتے ہیں۔ اخبار میں، جس شہر سے یہ نکلتا ہو وہاں کی خبریں، چاروں صوبوں، مُلکی اور غیر مُلکی خبریں زیادہ ہوتی ہیں۔ جو خبر سب سے اہم ہو اِس کو اخبار کے پہلے صفحے پر سب سے نمایاں لکھا جاتا ہے۔ اِسے شہ سُرخی کہا جاتا ہے۔

ہر اخبار کے نمائندے مُلک اور بیرونِ مُلک میں گھومتے رہتے ہیں اور کچھ تو صرف اہم شہروں میں ہی رہتے ہیں۔ یہ ٹیلی فون یا فیکس اور تار کے ذریعے خبریں بھیجتے رہتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ کے مزید ذرائع ٹیلیفون، تار، فیکس، ٹیلی پرنٹر اور ای۔میل بھی ہیں۔

جن کے بارے میں آپ لوگ اگلی کلاس میں پڑھیں گے۔

سوچنے کی باتیں

- پچھلے ایک ہفتے میں آپ نے ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر جو پروگرام دیکھے، ان سے آپ کو کون کون سی نئی باتوں کا پتا چلا؟
- آپ کو کسی دوست نے رات کے وقت اطلاع دی کہ گرمیوں کی چھُٹیاں دو دن کے بعد شرُوع ہو جائیں گی۔ آپ بہُت خُوش ہیں مگر آپ اس کا یقین کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اِس کے لیے کیا کریں گے؟
- ایک بچّہ باری باری ہر روز اخبار سے اہم خبریں کاٹ کر اپنے ہم جماعتوں کو سُنائے
- خالی جگہ پُر کریں۔

(1) اخبار کی سب سے نمایاں خبر کو ______ کہتے ہیں۔

(2) ٹیلی ویژن کم از کم ______ دور بیٹھ کر دیکھنا چاہیے۔

(3) خبریں اور پیغام ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے ذریعوں کو ______ کہتے ہیں۔

13

نظم و نسق

ہمیں زندگی میں ہر روز بے شُمار کام کرنا پڑتے ہیں۔ ان تمام کاموں کو کوئی شخص اکیلا انجام نہیں دے سکتا۔ اس لیے ہم تمام کام درست طریقے سے کرنے کے لیے آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔ جس کو نظم و نسق کہتے ہیں۔

گھر کے انتظام میں اُمّی اور اَبّا دونوں مِل کر کام کرتے ہیں۔ اُمّی گھر کی دیکھ بھال کرتی ہیں اور اَبّو روپیہ کما کر لاتے ہیں۔ جس سے گھر کی چیزیں خریدی جاتی ہیں۔

سکول میں اُستاد، پڑھاتے ہیں، لائبریری میں کُتب وغیرہ کا خیال رکھتے ہیں، کھیلوں کی ذمّہ داری کھیلوں کے اُستاد کے ذمّے ہوتی ہے اور صفائی وغیرہ کے لیے صفائی کا عملہ ہوتا ہے۔ اِن تمام لوگوں کے کام کی نگرانی ہیڈ ماسٹر صاحب کرتے ہیں۔

ہمارے گھر محلّوں میں ہوتے ہیں۔ کئی محلّے مِل کر شہر یا دیہات بن جاتا ہے۔ چھوٹے بڑے شہروں اور دیہاتوں کو مِلا کر تحصیل بنتی ہے۔ ایک ضِلعے میں چند تحصیلیں ہوتی ہیں۔ کئی اضلاع مِل کر کمشنری یا ڈویژن بن جاتا ہے۔

ہمارے صُوبے میں کُل آٹھ کمشنریاں یا ڈویژن ہیں۔

ہمیں زندگی میں بہُت سی چیزوں کی ضرُورت ہوتی ہے۔ ان میں خوراک، تعلیم، علاج، رہائش وغیرہ شامل ہیں۔ حکومت ہماری اِن سب ضرُورتوں کا خیال رکھتی ہے اور ایسا انتظام کرنے کی کوشش کرتی ہے کہِ گھر سے لے کر ڈویژن تک اور پھر

پورے ملک میں کسی چیز کی کمی نہ ہو۔ اِس کے لیے مختلف محکمے بنا دیے گئے ہیں۔ زرعی پیداوار بڑھانے کے لیے محکمہ زراعت، صحت و علاج کے لیے محکمہ صحت، تعلیم کے لیے محکمہ تعلیم، کارخانوں اور صنعتی پیداوار کے لیے محکمہ صنعت و حرفت، لوگوں کے مال و جان کی حفاظت کے لیے محکمہ پولیس اور قانون و انصاف کے لیے محکمہ قانون قائم ہے۔ یہ سب محکمے محلّوں سے لے کر شہروں، تحصیلوں اور کمشنری کی سطح تک کام کرتے ہیں اور فوری طور پر لوگوں کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر محکمے کا سربراہ، سیکرٹری کہلاتا ہے۔ سیکرٹری ایک وزیر کی نگرانی میں کام کرتا ہے۔ صوبے کا انتظامی سربراہ گورنر کہلاتا ہے۔

ہائی کورٹ

اگر کوئی شخص یا گروہ آپس میں لڑ پڑیں یا کسی جائداد کا تنازعہ کھڑا ہو جائے تو معاملہ عدالت میں پیش کیا جاتا ہے۔ عدالت دونوں فریقوں کی بات سُنتی ہے۔ جو دُرست ہو، اس کے حق میں فیصلہ سُنا دیتی ہے۔ ہر تحصیل ضلعے اور ڈویژن میں عدالتیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ اِن عدالتوں نے درست فیصلہ نہیں کیا تو معاملہ ہائی کورٹ میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ ہائی کورٹ صوبے کی سب سے بڑی عدالت ہوتی ہے۔ یہ عدالت دونوں فریقوں کی بات سُنتی ہے اور پوری چھان بین کے بعد اپنا فیصلہ سُناتی ہے۔

اِس عدالت میں بہُت سے جج ہوتے ہیں۔ سب سے بڑے جج کو چیف جسٹس کہا جاتا ہے۔

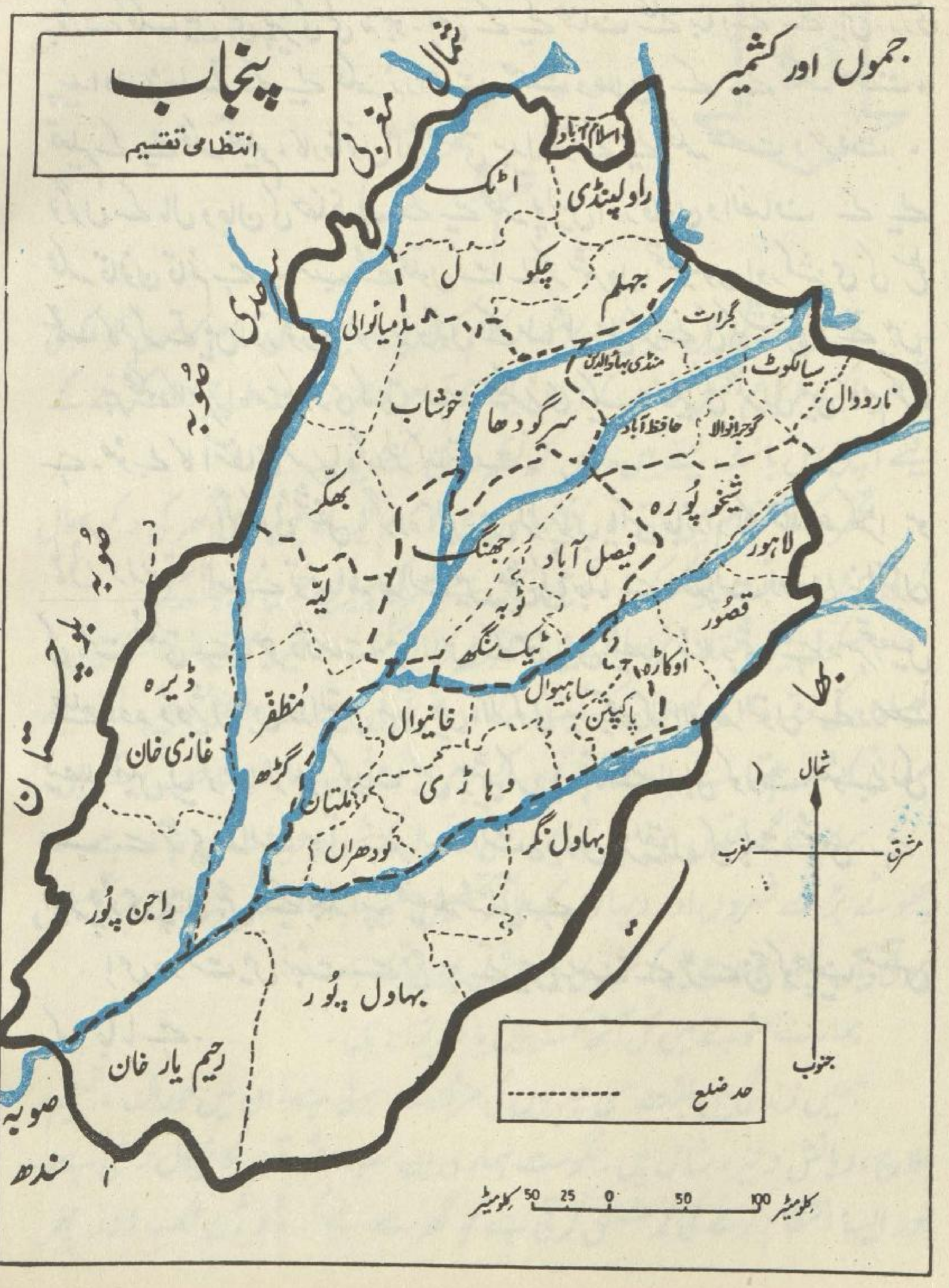
پنجاب
انتظامی تقسیم
جموں اور کشمیر
شمال مغربی سرحدی صوبہ
صوبہ بلوچستان
صوبہ سندھ
بھارت
اسلام آباد
اٹک
راولپنڈی
چکوال
جہلم
گجرات
میانوالی
منڈی بہاؤالدین
سیالکوٹ
نارووال
خوشاب
سرگودھا
حافظ آباد
گوجرانوالہ
بھکر
شیخوپورہ
جھنگ
فیصل آباد
لاہور
لیہ
ٹوبہ ٹیک سنگھ
قصور
اوکاڑہ
ساہیوال
پاکپتن
ڈیرہ غازی خان
مظفر گڑھ
خانیوال
ملتان
وہاڑی
لودھراں
بہاول نگر
راجن پور
بہاول پور
رحیم یار خان
حد ضلع
شمال
جنوب
مشرق
مغرب
کلومیٹر 100 50 0 25 50 کلومیٹر

سوچنے کی باتیں

- نقشہ دیکھ کر اپنا ضلع ڈھونڈیں
- جماعت کے بچے کسی جگہ کی سیر کا پروگرام بنائیں۔ اِس کے انتظامات آپس میں بانٹ لیں۔ اور ایک بچے کو اِن سب کاموں کی نگرانی کا ذمّہ دیں۔
- خالی جگہ پُر کریں

(1) چھوٹے بڑے شہروں اور دیہاتوں کو ملا کر ______ بنتی ہے۔

(2) ایک ضلع میں چند ______ ہوتی ہیں۔

(3) جھگڑوں کا فیصلہ ______ کرتی ہے۔

(4) لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کے لیے محکمہ ______ کام کرتا ہے۔

صوبہ پنجاب کی انتظامی تقسیم

نمبر	نام اضلاع	نام تحصیلیں
1	لاہور	کینٹ سب ڈویژن۔ صدر سب ڈویژن۔ ماڈل ٹاؤن سب ڈویژن اور سٹی سب ڈویژن۔
2	شیخوپورہ	شیخوپورہ، ننکانہ صاحب، فیروزوالا اور صفدر آباد۔
3	قصور	قصور، چونیاں اور پتوکی۔
4	اوکاڑہ	اوکاڑہ اور دیپالپور۔
5	گوجرانوالا	گوجرانوالا، نوشہرہ ورکاں، کاموںکے اور وزیر آباد۔
6	حافظ آباد	حافظ آباد اور پنڈی بھٹیاں۔
7	سیالکوٹ	سیالکوٹ، ڈسکہ اور پسرور۔
8	گجرات	گجرات اور کھاریاں۔
9	منڈی بہاؤالدین	منڈی بہاؤالدین، پھالیہ اور ملکوال۔
10	نارووال	نارووال اور شکرگڑھ۔
11	راولپنڈی	راولپنڈی، مری، گوجر خان، کہوٹہ، کوٹلی ستیاں اور ٹیکسلا۔
12	اٹک	اٹک، پنڈی گھیپ، فتح جنگ جنڈ اور حسن ابدال
13	چکوال	چکوال، تلہ گنگ اور چوآسیدن شاہ۔
14	جہلم	جہلم، پنڈ دادنخان اور سوہاوہ۔
15	سرگودھا	سرگودھا، بھلوال، شاہ پور، سلانوالی اور ساہیوال
16	خوشاب	خوشاب اور نورپور تھل۔
17	میانوالی	میانوالی، عیسیٰ خیل اور پپلاں۔
18	بھکر	بھکر، کلورکوٹ اور منکیرہ۔
19	فیصل آباد	فیصل آباد، جڑانوالہ، سمندری اور چک جھمرہ۔
20	ٹوبہ ٹیک سنگھ	ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرہ اور کمالیہ
21	جھنگ	جھنگ، شورکوٹ اور چنیوٹ
22	ملتان	ملتان سٹی، ملتان صدر، شجاع آباد اور جلال پور پیروالہ۔
23	ساہیوال	ساہیوال اور چیچہ وطنی۔
24	پاکپتن	پاکپتن اور عارف والا۔
25	وہاڑی	وہاڑی، بورے والا اور میلسی۔
26	خانیوال	خانیوال، کبیروالا، میاں چنوں اور جہانیاں۔
27	لودھراں	لودھراں، کہروڑ پکا اور دُنیا پور۔
28	ڈیرہ غازی خان	ڈیرہ غازی خان اور تونسہ
29	راجن پور	راجن پور، جام پور اور روجھان
30	مظفر گڑھ	مظفر گڑھ، علی پور، کوٹ اَدّو اور جتوئی۔
31	لیہ	لیہ، کروڑ اور چوبارہ۔
32	بہاولپور	بہاولپور، احمد پور شرقیہ، یزمان، حاصل پور اور خیر پور ٹامیوالی
33	بہاولنگر	بہاولنگر، چشتیاں، منچن آباد، ہارون آباد اور فورٹ عباس
34	رحیم یار خان	رحیم یار خان، لیاقت پور، خان پور اور صادق آباد۔

14

ہمارے مسائل

جنگلات، زرعی پیداوار، معدنیات اور کارخانوں سے ہماری زندگی کی ضرُوریات پُوری ہوتی ہیں۔ یہ ذرائع پیداوار جس قدر بڑھیں گے۔ اُسی قدر ہمیں اپنی ضرُوریات پُوری کرنے میں آسانی ہوگی۔

ہمارے صوُبے میں ضرُورت کے مقابلے میں پیداوار بہُت کم ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں۔ کہ کن مسائل کے باعث پیداوار نہیں بڑھ پاتی۔

پانی کی کمی

پنجاب میں بارش کم ہوتی ہے، اِس لیے کھیتوں کو پانی دینے کے سلسلے میں صرف بارش پر انحصار نہیں کیا جا سکتا اور پھر یہ تو ضروری نہیں کہ بارش اُسی وقت ہو جب اُس کی ضرُورت ہو۔ اِس مسئلے کو حل کرنے کے لیے دریاؤں سے نہریں نکالی گئی ہیں۔ جہاں نہروں کا پانی نہیں پہنچتا، وہاں اگر زمین کے نیچے پانی میٹھا ہو تو ٹیوب ویل لگا لیے جاتے ہیں۔ مگر تمام طریقے ابھی تک پنجاب کے سارے کھیتوں کے لیے کافی نہیں ہیں۔ اِس لیے کئی کھیت پانی نہ ہونے کے باعث کسی قسم کی پیداوار نہیں دیتے۔

بجلی کی بچت

آپ کو علم ہے کہ دریاؤں پر بند باندھ کر یا دوسرے ذریعوں سے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ بجلی ہمارے بہُت کام آتی ہے۔ اِس سے ہمارے کارخانے چلتے ہیں۔ کھیتوں میں پانی دینے کے لیے ٹیوب ویل چلتے ہیں۔ دکانوں اَور ہمارے گھروں کو روشن کرنے کے لیے بلب جلتے ہیں۔ بجلی ہی کی مدد سے ہمارے پنکھے اَور موٹریں چلتی ہیں۔ ان سب چیزوں میں بجلی خرچ ہو رہی ہے اَور اِس بجلی کو پیدا کرنے کے لیے ہمارے ملک کو بہُت زیادہ رقم خرچ کرنا پڑتی ہے۔ اِس لیے ہمیں چاہیے کہ بجلی کے غیر ضروری استعمال کو کم کریں۔ فالتو بتیاں بجھا دیا کریں تاکہ ہماری بچائی ہوئی بجلی ملک کے کام آ سکے۔

بجلی کی کمی کا مسئلہ صوبے میں بہت زیادہ مسائل پیدا کر رہا ہے۔ اس کے استعمال میں بہت زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔ ہم اپنے گھروں میں اپنی آسائش کے لیے زیادہ بجلی چاہتے ہیں نیز صنعتوں میں ترقی کی وجہ سے بھی بجلی کے استعمال میں اضافہ ہو گیا ہے۔

ہماری حکومت کوشش کر رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بجلی پیدا کی جائے خواہ پن بجلی ہو یا کوئلہ، تیل اور گیس سے پیدا کی گئی ہو۔

سیم و تھور ہمارے صوبے کے بعض علاقوں میں زمین گارے کی طرح رہتی ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ زمین کے نیچے کا پانی، زمین کی سطح کے بالکل قریب آجاتا ہے۔ ایسی حالت کو سیم کہتے ہیں۔ اس جگہ پر پودوں کی جڑیں گل جاتی ہیں اور پودے مرجاتے ہیں۔

اسی طرح کئی ضلعوں میں زمین کی سطح پر سفید رنگ کا پاؤڈر سا بچھ جاتا ہے۔ یہ پودوں کی جڑوں کو ختم کر دیتا ہے۔ اسے تھور یا کلر کہتے ہیں۔ کلر والی زمین میں کاشت نہیں کی جاتی زمین کی تیاری میں بہت سا وقت لگتا ہے اور کاشت کے لیے کئی سال تک زمین کو تیار کرنا پڑتا ہے۔ زمین میں بہت سا پانی دینا پڑتا ہے اور جپسم والی کھاد ڈالنی پڑتی ہے۔

ناخواندگی ناخواندہ یا اَن پڑھ اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ تو پڑھ سکتا ہو اور نہ ہی لکھ سکتا ہو۔ ہمارے اکثر کسان اور مزدور وغیرہ اَن پڑھ ہیں، مگر یہ سب اپنا کام سمجھتے ہیں اور اسے بہتر طور پر کر بھی لیتے ہیں۔ اگر ان کو اچانک مسئلہ آن پڑے تو اس مسئلے کے حل کے لیے انھیں خواندہ لوگوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسان اپنے کھیتوں کی پیداوار بڑھانا چاہے تو اس کے سب طریقے اسے کتاب سے مل سکتے ہیں۔ اگر اسے پڑھنا لکھنا آتا ہو تو کتاب پڑھ کر یہ سب طریقے جان سکتا ہے۔ دوسری صورت میں اسے خواندہ شخص سے ملنا پڑے گا۔ اس طرح پڑھ لکھ کر ہم اپنے کام نہ صرف خود کر سکتے ہیں بلکہ انھیں بہتر طور پر انجام دیں گے۔ اَن پڑھ آدمی اپنی

زندگی کے معمولی مسائل کے حل کے لیے بھی دُوسرں کا محتاج ہو جاتا ہے اُسے یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ عام بیماریوں سے کیسے بچنا چاہیے اور کون سی خوراک اس کے لیے یا اس کے بچّوں کے لیے ضروری ہے۔

اِس مسئلے کو حل کرنے کے لیے حکومت نے بہُت سے اقدام کیے ہیں۔ عام سکُولوں میں اب شام کے وقت بھی بالغ مرد، عورتیں اور ایسے بچے پڑھ سکتے ہیں جو کسی وجہ سے صبُح کو نہیں پڑھ پاتے۔ وہ دوسرے بُرے کاموں اور منشیات کے عادی ہو جاتے ہیں۔

آبادی

ہمارے صُوبے کی آبادی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ آبادی میں یہ اضافہ ہمارے لیے بہُت خطرناک ہے اس سے ہمارے وسائل ختم ہوتے جا رہے ہیں جبکہ مسائل میں شدت آ رہی ہے۔ آبادی میں اضافہ سے بے روزگاری جہالت اور خوراک کی کمی جیسے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ آبادی کو کنٹرول کیا جائے اور نئے وسائل پیدا کیے جائیں۔

ماحولیات

موجودہ صنعتی اور تیز رفتاری کے دور نے ماحول کو بہُت متاثر کیا ہے۔ کارخانوں سے آنے والا گندہ پانی اور دیگر کثافتیں نیز آمدورفت کے ذرائع مثلاً بسیں، ٹرک اور دیگر پیٹرول اور ڈیزل سے چلنے والی گاڑیاں بہُت زیادہ دھواں پیدا کرتی ہیں جو فضا میں پھیل جاتا ہے۔ یہ دھواں خطرناک گیسوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ جس میں سانس لینے سے لوگ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اِس وقت بڑے شہروں کے لوگ زیادہ بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ ساری فضا میں دھواں اور مٹی کے ذرّات سانس لینا مشکل کر دیتے ہیں۔

یہ مسئلہ دن بدن بڑھ رہا ہے۔ دنیا کے تمام ملک اِس کو محسوس کر رہے ہیں اور حفاظتی انتظامات کر رہے ہیں تاکہ فضا کو آلودگی سے بچایا جا سکے۔ اِس

سلسلے میں بڑے شہروں میں پرانی زیادہ دھواں دینے والی گاڑیاں استعمال کرنا منع قرار دیا جا رہا ہے۔ کاریں اور بسیں وغیرہ بنانے والے کارخانے کم از کم دھواں پیدا کرنے والی گاڑیوں کی تیاری پر مختلف تجربات کر رہے ہیں۔ شہروں میں سڑکوں پر درخت اور کھلی جگہوں پر سبزہ اُگایا جا رہا ہے۔

پاکستان میں یہ مسئلہ پیدا ہو چکا ہے۔ لاہور، کراچی، ملتان اور راولپنڈی جیسے بڑے شہروں کے لوگ اب اِس مسئلے کو محسوس کر رہے ہیں اور اِس کو حل کرنے کے لیے اقدامات بھی کر رہے ہیں۔

سوچنے کی باتیں

1۔ زرعی پیداوار بڑھانے میں ہمارے صوبے کو کیا کیا مسائل در پیش ہیں؟

2۔ کارخانے اور ٹیوب ویل کس چیز کی کمی کے باعث ضرورت کے مطابق نہیں چلائے جا سکتے؟

3۔ جو بچّے صبح کوئی کام کرتے ہیں، کیسے تعلیم حاصل کر سکتے ہیں؟

4۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(i) بجلی سے ہماری گھریلو ________ پوری ہوتی ہیں۔

(ii) ہمارے صوبے میں ضرورت کے ________ میں پیداوار بہت کم ہے۔

(iii) دریاؤں پر ________ باندھ کر بجلی پیدا کی جاتی ہے۔

(iv) پنجاب میں ________ کم ہوتی ہے۔

15

رفاہی ادارے

ماں باپ، بہن بھائی اور دوست ہمیں بڑے پیارے لگتے ہیں۔ اِن میں سے کوئی خُوش ہو تو ہمیں بھی خُوشی ہوتی ہے۔ اگر کوئی بیمار پڑ جائے تو دِل فکر مند ہو جاتا ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وُہ اِن کو جلد تندرُست کر دے۔ ان میں سے کسی کو کوئی ضرورت ہو اور ہم وُہ ضرُورت پُوری کر سکتے ہوں تو ہم فوراً ایسا کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے دِل بڑا خُوش ہوتا ہے۔ اور پھر یہ سب لوگ بھی تو ہمارا ایسے ہی خیال رکھتے ہیں، ہماری ضرُورتیں بھی پُوری کر دیتے ہیں۔

ہمارے صُوبے اور مُلک میں بسنے والے سب لوگ ہمارے والدین، بہن بھائیوں اور دوستوں کی طرح ہی ہمیں پیارے لگتے ہیں۔ اِسی لیے تو جب بس میں خُوب بھیڑ ہو اور کوئی بزُرگ بس میں سوار ہو جائیں ہم فوراً اُن کو اپنی سیٹ دے دیتے ہیں۔ اگر خُدا نخواستہ سڑک پر کوئی حادثہ ہو جائے تو سب لوگ فوراً اکٹھے ہو جاتے ہیں، زخمیوں کو ہسپتال لے جاتے ہیں اور اگر انھیں خُون کی ضرورت ہو تو فوری طور پر خُون دے دیتے ہیں۔ ایسا کرنے سے ایک طرف تو خُوشی ہوتی ہے کہ ہم کسی کے کام آئے اور پھر ایسا واقعہ ہمیں بھی تو پیش آ سکتا ہے۔ اُس وقت لوگ ہی ہماری مدد کو دوڑیں گے۔

ہمارے مُلک میں بے شمار ایسے اِدارے قائم ہیں۔ جو لوگوں کی بغیر کسی مالی،

فائدے کے خدمت کرتے ہیں۔ اِن کو رفاہی ادارے، کہتے ہیں۔

انجمن ہلال احمر یہ اِدارہ مصیبت زدہ لوگوں کی خدمت کرتا ہے۔ جنگ یا سیلاب کی وجہ سے جن لوگوں کے گھر تباہ ہو جاتے ہیں، اُن کو سامان مُہیّا کیا جاتا ہے۔ یہ اِدارہ اپنے پاس بہُت سا خُون پیکٹوں میں محفوظ رکھتا ہے۔ یہ خُون لوگ دیتے ہیں۔ یہ خُون ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جن کے جسم میں خُون کی شدید کمی ہو جاتی ہے۔ اِس طرح ایک تندرُست شخص کے خُون دینے سے ایک دوسرے بھائی یا بہن کی جان بچ جاتی ہے۔

مخصوص بچّوں کے اِدارے ایک دِن ثمینہ اور اس کی کلاس کے بچّوں کو خاص قِسم کے اِداروں کی سیر کروائی گئی۔ اِن اداروں میں ایسے بچّوں کو تعلیم و تربیت دی جاتی تھی جو کِسی وجہ سے عام بچّوں کی طرح سن نہیں سکتے تھے، بول نہیں سکتے تھے اور چل پھر نہیں سکتے تھے۔ ثمینہ اور اس کی کلاس کے بچّے یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اِن اِداروں میں بچّے تعلیم کے علاوہ بہُت سے ہنر سیکھ رہے تھے۔ کچُھ بچّے کاغذ اور کپڑوں کے پھُول بنانا سیکھ رہے تھے، کچُھ اور بچّے ٹائپ کرنا سیکھ رہے تھے۔ کئی بچّے خوبصُورت تصویریں بنا رہے تھے، کچُھ بچّے سلائی اور کڑھائی کر رہے تھے۔ کچُھ اور بچّے مزے مزے کے کھانے پکانا سیکھ رہے تھے۔ کچُھ بچّے پھُول اور پودوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ اِن اِداروں میں کئی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بغیر کسی تنخواہ کے بچّوں کو مختلف کام سکھا رہے تھے۔ ثمینہ نے سوچا " کاش ہمارے سکول میں ہمیں اِس قِسم کے کام سکھائے جائیں"۔ ثمینہ اور اس کے دوستوں نے عہد کیا کہ جب وُہ بڑے ہو جائیں گے تو وُہ بھی اس قِسم کے کِسی اِدارے میں بغیر کسی تنخواہ کے کام کریں گے اور بچّوں کو مختلف چیزیں سکھائیں گے۔

تعلیمی ادارے

ثمینہ اور اسلم دونوں بہن بھائی ہیں۔ ثمینہ چوتھی جماعت میں پڑھتی ہے اور اسلم نویں جماعت کا طالب علم ہے۔ دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد اسلم، کالج میں داخلہ لے گا۔ یہاں سے ایف۔ اے (F.A) اور ایف ایس سی (F.S.C) کا امتحان پاس کرنے کے بعد وُہ انجنیئرنگ یونیورسٹی میں چار سال کا کورس مکمل کرے گا۔ تاکہ انجنیئر بن سکے۔ شاہد، اسلم کا ہم جماعت اور دوست ہے وُہ کالج میں پروفیسر بننا چاہتا ہے۔ دسویں جماعت پاس کرنے کے بعد وہ کالج میں بی۔اے (B.A) اور بی۔ایس۔سی (B.Sc) تک پڑھے گا۔ ایم۔ اے (M.A) اور ایم۔ایس۔سی (M.Sc) کرنے کے لیے یُونیورسٹی میں داخل ہونا پڑے گا۔ پنجاب میں پانچ یونیورسٹیاں ہیں۔ پنجاب یُونیورسٹی لاہور، یُونیورسٹی آف انجنیئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور، زرعی یُونیورسٹی فیصل آباد، جہاں زراعت کی تعلیم دی جاتی ہے، اسلامیہ یُونیورسٹی بہاول پور اور بہاؤالدین زکریا یُونیورسٹی ملتان۔ ثمینہ گورنمنٹ کالج برائے طالبات سے ایف۔ایس سی کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کرنے کے بعد فاطمہ جناح میڈیکل کالج، لاہور میں داخل ہو جائے گی جہاں وُہ پانچ سال تک ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرے گی۔ پھر اِس کا اِرادہ ڈاکٹر بن کر قوم کی خدمت کرنے کا ہے۔ فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں صرف لڑکیاں ہی ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ اِس کے علاوہ صُوبے بھر میں اور جگہوں پر بھی میڈیکل کالج ہیں۔ جہاں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔ یہ کالج بہاول پُور، مُلتان، لاہور، فیصل آباد اور راولپنڈی میں قائم ہیں۔

پنجاب میں بہُت سے ایسے ادارے بھی ہیں جہاں فنّی تعلیم دی جاتی ہے، ایسے اِداروں کو پولی ٹیکنیک اِنسٹی ٹیوٹ کہتے ہیں۔ بہُت سے طالب علم دسویں جماعت پاس کر کے اِن اِداروں سے لکڑی کا کام، فریج یا ایئرکنڈیشنر کی مرمت اور ریڈیو یا

ٹیلی ویژن کی مرمت وغیرہ سے متعلّق تعلیم حاصل کرتے ہیں۔
کئی ایسے رفاہی ادارے بھی موجود ہیں جو اَن پڑھ افراد کو مفت تعلیم دیتے ہیں۔ تاکہ وہ پڑھنا لکھنا سیکھ جائیں۔ اِن میں ایسے افراد تعلیم حاصل کرتے ہیں جو کسی وجہ سے بچپن میں پڑھنا لکھنا نہیں سیکھ سکے۔ اس کے علاوہ ایسے بچّے جو عام سکولوں میں نہیں پڑھ سکے یا کسی وجہ سے سکول چھوڑ چکے ہیں، اس قِسم کے ادارے میں مُفت تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

زرعی قرضے

ثمینہ اور اسلم بہار کی چھُٹیوں میں اپنے ماموں جان کے ہاں گاؤں گئے۔ ایک دِن دونوں اپنے ماموں کے ساتھ سَیر کے لیے گئے۔ اسلم حیران رہ گیا۔ ایک سال پہلے جب یہ لوگ گاؤں آئے تھے تو گاؤں اتنا سر سبز نہیں تھا۔ لیکن اب وہاں ہَرے بھَرے کھیت لہلہا رہے تھے۔ ماموں جان نے بتایا کہِ جن لوگوں کی یہ زمینیں ہیں اُنھوں نے زرعی ترقیاتی بینک سے قرضہ لے کر زمینوں کے لیے ٹریکٹر، کھاد اور بیج وغیرہ خریدے اور فصلیں اُگالیں۔ اب وُہ یہ قرضہ آہستہ آہستہ قِسطوں میں ادا کر دیں گے۔ تھوڑا قرضہ لینا ہو تو اِمداد باہمی کی انجمن سے بھی مل جاتا ہے۔

انجمن امدادِ باہمی

اسلم نے پُوچھا "ماموں جان! انجمن امداد باہمی کِس کو کہتے ہیں؟" ماموں جان نے کہا "انجمن امدادِ باہمی کا مطلب ہے، ایک دُوسرے کی مدد کرنے والی انجمن، کچھُ لوگ مِل کر ایک انجمن امدادِ باہمی بنا لیتے ہیں اور ہر ممبر ہر ماہ اپنی بچائی ہُوئی رقم سے کچھُ روپیہ انجمن میں اپنے حِصّے کے طور پر جمع کروا دیتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر اس انجمن کا ہر ممبر اِس رقم سے قرضہ لے سکتا ہے۔

سوشل سکیورٹی سکیم

اِس سکیم کے ذریعے کارخانہ داروں پر لازم آتا ہے کہ وہ مزدوروں کی تعداد کے مطابق کچھ رقم سماجی تحفّظ کے دفتر میں جمع کرائیں تاکہ اِس جمع شدہ رقم کو مزدوروں کی بھلائی پر خرچ کیا جا سکے۔

اس رقم سے مزدوروں کے بچوں کو تعلیمی سہولتیں مہیّا کی جاتی ہیں۔ان کے لیے سکول اور کالج کھولے جاتے ہیں۔ان کی شادی بیاہ کے موقع پر مدد کی جاتی ہے۔سوشل سکیورٹی سکیم کے تحت ہسپتال اور ڈسپنسریاں بھی قائم کی گئی ہیں۔جہاں مزدوروں کا مُفت علاج ہوتا ہے۔

سوشل ویلفیئر کا محکمہ

اِس محکمے کا کام بھی معاشرے کی فلاح و بہبود ہے۔ یہ غریب لڑکیوں کی شادیوں کے لیے امداد دیتا ہے۔نادار عورتوں کو سلائی مشین مہیّا کرتا ہے۔اس قسم کی دوسری امداد کا بھی بندوبست کرتا ہے۔

ایدھی ٹرسٹ

عبدالستار ایدھی اس کے بانی ہیں۔یہ کام اُنھوں نے کراچی میں شروع کیا ابتدا میں تو اس کا کام گُمشدہ بچوں کی تلاش اور اُنھیں والدین تک پہنچانا تھا۔ لیکن اب یہ بہُت بڑا ادارہ بن گیا ہے اور اِس کی شاخیں تمام شہروں میں قائم ہو چکی ہیں۔یہ ادارہ غریبوں کی پرورش کرتا ہے اور ایدھی ہومز قائم کیے گئے ہیں۔ مختلف آفات کے وقت جیساکہ سیلاب۔متعدّی بیماریوں وغیرہ کے لیے ڈسپنسریاں قائم کی ہوئی ہیں۔غریب لڑکیوں کی شادیوں وغیرہ کا انتظام بھی کیا ہوا ہے۔

دارالامان

اِس کا مطلب ہے امن کا گھر۔اِس اِدارے کا سب سے بڑا مقصد بے یار و مددگار عورتوں کو وہاں رکھنا، ان کی ہر طرح مدد کرنا، ہنر سکھانا اور اُن کو لواحقین تک پہنچانا ہے۔

انجمن حمایت اسلام
اِس کی بُنیاد 1886ء میں لاہور میں رکھی گئی۔ سب سے پہلے اِس نے لڑکیوں کا سکُول قائم کیا اور کئی ایک مدرسے کھوُلے جن کو حکومت نے اپنے زیرِ انتظام لے لیا ہے۔ لیکن ابھی بھی طبیہ کالج، لاء کالج اور لڑکیوں کے لیے دستکاریوں کے سکوُل اسی انجمن کی زیرِ نگرانی کام کر رہے ہیں۔

اپوا
یہ بھی کُل پاکستانی خواتین کی ایسوسی ایشن ہے۔ جسے بیگم رعنا لیاقت علی خاں نے قائم کیا تھا۔ یہ خواتین کی بیداری کے لیے کام کرتی ہے۔ جس نے سکوُل اور کالج کھولے ہوُئے ہیں۔

اوقاف
یہ محکمہ صدر ایوب خان کے دور میں قائم ہوا۔ جو وقف اداروں، مزارات، وقف مساجد اور وقف زمینوں کی حفاظت کرتا ہے اور ان سے حاصل شدہ رقم رفاہی کاموں پر خرچ کرتا ہے۔ مثلاً غریب طلبہ کو وظائف وغیرہ دیئے جاتے ہیں۔

ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن
اِس کا کام آسان اقساط پر لوگوں کو مکان کی تعمیر کے لیے تھوڑے منافع پر قرض فراہم کرنا ہے۔

ایس۔او۔ایس ولیج
اِس ادارے کا کام نادار بچّوں کی پرورش کرنا اور ان کو گھر جیسا ماحول فراہم کرنا ہے۔

شہری آبادی کا پھیلاؤ
پاکستان کی آبادی بہُت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ جو اَب قریباً تیرہ کروڑ سے بھی زیادہ ہو چکی ہے اور نصف سے زیادہ لوگ ہمارے صوبے پنجاب میں بستے ہیں۔ ہمارے دیہاتوں کے اکثر لوگ بغیر سوچے سمجھے شہروں کا رُخ کرتے ہیں۔ ان کو جہاں کہیں بھی زمین مل جائے۔

بغیر اجازت کچے مکان اور جھونپڑیاں بنا لیتے ہیں۔ جہاں نہ صاف پانی ملنے کا انتظام ہوتا ہے اور نہ پانی کے نکاس کا۔ اس طرح گندگی سے آلودگی اور بیماریاں پھیلتی ہیں۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یہی لوگ اس جگہ کی ملکیت مانگتے ہیں اور اس طرح حکومت کے لیے ایک اور مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور وہاں کے ارد گرد کے لوگوں کے لیے بھی مشکل پیدا ہو جاتی ہے۔

سوالات

1۔ رفاہی ادارے کیا ہوتے ہیں ؟

2۔ مخصوص بچّوں کے ادارے کیا کام کرتے ہیں ؟

3۔ تعلیمی اور سماجی تحفّظ کے اداروں پر مختصر نوٹ لکھیں۔

4۔ زرعی ترقیاتی بنک اور انجمن امداد باہمی عوام کی بھلائی کے لیے کیا کام کرتے ہیں

5۔ شہری آبادی کے پھیلاؤ سے کیا مسائل پیدا ہوتے ہیں

6۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

(ا) سوشل ویلفیئر

(ب) دارالامان

(ج) اوقاف

(د) ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن

7۔ خالی جگہوں کو پُر کریں۔

(i) ہمارے ملک میں بے شمار ایسے ادارے جو لوگوں کی بغیر کسی مالی فائدے کے خدمت کرتے ہیں ______ کہلاتے ہیں۔

(ii) انجمن ہلال احمر کا ادارہ سیبت زدہ لوگوں کی خدمت کے علاوہ اپنے پاس بہت سا ______ میں محفوظ رکھتا ہے۔

(iii) پنجاب میں بہت سے ایسے ادارے بھی ہیں جہاں ______ دی جاتی ہے۔ ایسے اداروں کو ______ کہتے ہیں۔

(iv) ایدھی ٹرسٹ کے بانی کا نام ______ ہے۔

(v) ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کا کام آسان قسطوں پر لوگوں کو مکان کی تعمیر کے لیے ______ کرنا ہے۔

(vi) پاکستان کی آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے جو اب ______ سے بھی زیادہ ہو چکی ہے۔

16

حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

آپ جانتے ہیں کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اسلام ہمیں ایسی باتیں سکھاتا ہے، جس سے اِنسانوں کے درمیان پیار بڑھتا ہے۔ اِسلام ہمیں لوگوں کی خدمت کرنے کا حُکم دیتا ہے۔ اِسلام ہمیں دوُسروں کی خاطر قربانی کا سبق دیتا ہے۔

اسلام کی یہ سب اچھّی اچھّی باتیں ہمیں ہمارے پیارے رسُول محمد صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَالِہٖ وَسَلَّم نے بتائیں۔ آپؐ کے والد ماجد کا نام عبد اللہ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہؓ تھا۔ آپؐ سعودی عرب کے شہر مکّے میں 12 ربیع الاوّل کو پیدا ہوُئے۔

آپؐ جب چھوٹے تھے تو آپؐ کو دیہات میں بھیج دیا گیا تاکہ آپؐ کی صحت اچھّی رہے۔ دیہات میں آپؐ کی خدمت بی بی حلیمہؓ کرتی تھیں۔ بی بی حلیمہؓ آپؐ سے بہُت پیار کرتی تھیں۔ چار سال کے بعد آپؐ واپس اپنی والدہ محترمہ کے پاس آ گئے۔ آپؐ صرف چھے سال کے تھے کہ آپؐ کی پیاری والدہ بھی فوت ہو گئیں۔ اس کے بعد آپؐ کے دادا نے آپؐ کی پرورش شرُوع کر دی مگر وُہ بھی دو سال بعد فوت ہو گئے۔ اب آپؐ اپنے چچا کے پاس رہنے لگے۔ اُس زمانے میں آپؐ کے اِرد گرد کے لوگ اچھّے نہ تھے۔ وہ بغیر کسی وجہ کے ایک دوُسرے سے لڑتے رہتے تھے۔ اپنی بیٹیوں سے پیار کرنے کے بجائے ان کو مار ڈالتے تھے۔ وہ نہ کوئی کام کرتے تھے بلکہ اِدھر اُدھر چوریاں کرتے رہتے تھے۔ آپؐ یہ سب دیکھ کر بہُت فکر مند ہوتے اور اکثر سوچتے رہتے تھے کہ اِن

برائیوں کو لوگوں میں کیسے ختم کیا جائے۔

آخر کار ایک دن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وُہ پیغام دیا کہ جس سے ہمارے پیارے رسُولؐ لوگوں کو ٹھیک کر سکتے تھے۔ اسی پیغام کو اِسلام کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رسُولؐ بنایا کہ آپؐ لوگوں کو وُہ باتیں سمجھائیں، جس سے ان کی زندگی سے بری عادتیں ختم ہو جائیں۔

آپؐ نے اپنے اِرد گرد کے لوگوں کو اچھے کام کرنے، بُرے کاموں سے بچنے اور آپس میں پیار محبت سے رہنے کو کہا۔ یہ لوگ آپؐ کی باتیں سنتے اور عمل کرنے کے بجائے آپؐ کو ستانا شروع کر دیتے ان میں سے کچھ لوگ آپؐ کی بات مان لیتے اور مسلمان ہو جاتے۔ کافر ان مسلمانوں کو پتھر مارتے، اِن کو گرم ریت پر لٹا دیتے اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے۔

یہ لوگ، مُسلمانوں کو اِس قدر تنگ کرنے لگے کہ آخر یہ اپنے اس علاقے کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ مدینہ کے لوگوں نے آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں سے بہُت اچھا سلوک کیا۔

مکّے کے لوگ اِتنے بُرے تھے کہ اُنھوں نے مسُلمانوں کو یہاں بھی آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ مکہّ والے یہاں فوج لے کر آتے اور حملے کرتے تھے مگر مسُلمان اُن کو شکست دے دیتے تھے۔ آخر ایک دن ایسا بھی آیا کہ مسُلمانوں نے مکہّ فتح کر لیا۔ مکہّ والے جو آپؐ کو ہمیشہ تنگ کرتے، مسُلمانوں کو تکلیفیں دیتے اور جو مسُلمانوں سے لڑتے تھے، آپ نے اِن کو معاف کر دیا۔ اِس سلوک پر سب مکّے والے مسُلمان ہو گئے اور دُوسرے مسُلمانوں کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہنے لگے۔

آپؐ نے اسلام کی جو باتیں لوگوں کو بتائیں لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع

کردیا اور اُن کی زندگی پہلے سے بالکل بدل گئی۔ اب وہ اچھے اچھے کام کرنے لگے اور بُرے کام اُنھوں نے چھوڑ دِیے۔ آپؐ ترلیسٹھ سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

سوالات

1 — اسلام سے پہلے عربوں میں کیا برائیاں پائی جاتی تھیں ؟

2 — مکّہ والوں کو معاف کرنے سے اُن پر کیا اثر ہوا ؟

3 — خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) ہمارا دِین ــــــــــ ہے۔

(ب) حضرت محمد صَلَّی اللہ عُلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ــــــــــ میں پیدا ہوئے۔

(ج) جب آپؐ کی والدہ فوت ہوئیں۔ اُس وقت آپؐ کی عمر ــــــــــ سال تھی۔

(د) حضور اکرم صَلَّی اللہ عُلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ہجرت کر کے ــــــــــ چلے گئے۔

(ہ) آپ صَلَّی اللہ عُلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ــــــــــ سال کی عمر میں وفات پائی۔

4 — درست فقرات کے سامنے ✓ کا نشان لگائیں۔

(ا) بی بی حلیمہؓ آپؐ سے بہت پیار کرتی تھیں۔

(ب) آپؐ کی عمر تین سال کی تھی کہ آپؐ کے دادا فوت ہو گئے۔

(ج) مکّہ والے مسلمانوں کو بہت تنگ کرتے تھے۔

(د) مسلمانوں نے مدینہ فتح کیا۔

17

حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو بکرؓ کا نام عبد اللہ اور لقب صدّیق تھا۔ یہ لقب آپؓ کو ہمارے پیارے رُسول مُحمد صَلّی اللہ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عطا فرمایا تھا۔ آپؓ اور حضرت مُحمد صَلّی اللہ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بچپن ہی سے ایک دُوسرے کے گہرے دوست تھے۔

مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی نے اسلام قبول کیا۔ جب مسلمان مکّہ چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تھے۔ تو اِن کی ضرورتیں بڑی مشکل سے پوری ہوتی تھیں اور اِدھر مکّہ والے مسلمانوں سے لڑنے آجاتے تھے۔ اِن حالات میں حضرت ابوبکرؓ اپنا سارا مال اپنے مسلمان بھائیوں کو دے دیتے تھے بلکہ ایک دفعہ اُنھوں نے اپنے گھر کا سارا سامان لاکر رسول اکرمؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب رسُولِ اکرمؐ نے مسجد نبوی بنانا چاہی تو اِس مسجد کے لیے زمین کی قیمت بھی آپؓ ہی نے ادا کی۔

جب حضُور اکرم صَلّی اللہ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ کو پیارے ہو گئے۔ تو سب مسلمان بڑے پریشان ہو گئے۔ کہ اب کوان کا خیال رکھے گا؟ اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ کو ہی خلیفہ چُنا گیا۔

آپؓ نے اسلام کے دُشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مسلمانوں کو ہر تکلیف سے بچایا۔ آپؓ ہمیشہ مسلمانوں کی ضرُورتوں کا خیال رکھتے تھے اور ہر طرح سے ان کو پُورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ جب آپؓ خلیفہ تھے، آپؓ کے پاس اگر کوئی پیسہ یا مال

آتا تو فوراً اُسے مسلمانوں میں بانٹ دیتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ بہت اچھی عادتوں کے مالک تھے۔ آپؓ خلیفہ بن کر بھی اپنے سارے کام خود ہی کرتے تھے۔

جب آپؓ کی عُمر تریسٹھ سال ہوئی تو آپؓ نے وفات پائی۔ آپؓ کو رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سوالات

1۔ مُسلمانوں کے مدینہ آنے پر حضرت ابوبکرؓ نے کیا خدمات انجام دیں؟

2۔ حضرت محمّد صلّی اللہ عَلیہِ واٰلہٖ وسلّم کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے کس طرح مُسلمانوں کا خیال رکھا؟

3۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام .... تھا۔

(ب) مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے .... قبول کیا۔

(ج) حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو مسلمانوں کا .... چُنا گیا۔

(د) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ .... کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

18

حضرت عُمر فارُوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عُمرؓ بڑے بہادر اور نڈر سپاہی تھے۔ اگر وہ کسی بات کو صحیح سمجھتے تو اُسے فوراً قبول کر لیتے تھے۔ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت عُمرؓ کو اُن بہادری اور سچائی کی وجہ سے بہت پسند کرتے تھے۔ رُسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپؓ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ فاروق کا مطلب ہے، سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے والا۔

حضرت عُمرؓ شروع میں اسلام کے سخت مخالف تھے۔ ایک دن آپؓ نے رسُولِ کریمؐ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا اِرادہ کر لیا۔ تلوار لے کر نکلے تو راستے میں معلوم ہُوا کہ خود اُن کی بہن اور بہنوئی اِسلام لا چکے ہیں۔ وُہیں سے اُن کے دروازے پر پہنچے۔ اندر سے قرآن مجید پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ حضرت عمرؓ کو پہلے تو ان پر بہت غصّہ آیا اور اُن پر برس پڑے۔ جب غصّہ دُور ہوا تو کہنے لگے "تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے۔؟ لاؤ میں بھی تو سُنوں"۔ جب قرآنِ مجید کی چند آیتیں سُنیں تو اُن کے دِل پر بڑا اثر ہُوا چنانچہ وہیں سے اُٹھے اور رسُول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر اِسلام قبول کر لیا۔

مکّہ میں ابھی کافروں کا بہت زور تھا۔ حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے پہلے مسلمان چھُپ کر نماز پڑھتے تھے لیکن اب وُہ کھُلم کھُلا نماز ادا کرنے لگے۔ رسُولِ اکرمؐ

حضرت عمرؓ کے ایمان لانے پر بہُت خوش ہوئے۔ حضرت عمرؓ فاروق نے آنحضرتؐ کے ساتھ کئی غزوات میں حِصّہ لیا۔ جس جنگ میں خوُد رسولِ اکرمؐ نے حِصّہ لیا ہو، اُسے غزوہ کہتے ہیں۔ غزوات غزوہ کی جمع ہے۔

حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ مسُلمانوں کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپؓ کے دوَر میں اِسلام بہُت سے عِلاقوں میں پھیل گیا۔

حضرت عمرؓ کو رعایا کی خوُشحالی اور حِفاظت کا بہُت خیال تھا۔ آپؓ رات کو بھیس بدل کر گلی کوُچوں میں چکر لگاتے تاکہ معلُوم کرسکیں کہ کسی کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ اگر کسی کی کوئی جائز شکایت ہوتی تو اُسے فوراً دوُر کر دیتے۔ آپؓ روزانہ فجر کی نماز کے بعد مسجد کے صحن میں بیٹھ جاتے اور لوگوں کی شکایات سُنتے اور اُن کو حل کرنے کی کوشش کرتے۔

آپؓ کی خلافت کے گیارھویں سال ایک حبشی غلام نے آپؓ کو خنجر مار کر زخمی کر دیا جس سے آپؓ تریسٹھ سال کی عمُر میں شہید ہوگئے۔

سوالات

1 ۔ فاروق کا کیا مطلب ہے؟

2 ۔ حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کریں؟

3 ۔ حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رعایا کی خوشحالی اور حفاظت کے لیے کیا کرتے تھے؟

4 ۔ غزوہ کِسے کہتے ہیں۔

خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) حضرت عمرؓ بڑے .... سپاہی تھے۔

(ب) حضور اکرم صلّی اللہ علَیہِ وَالِہٖ وَسلّم حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر بڑے .... تھے۔

(ج) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ رات کو بھیس بدل کر .... کا چکر لگاتے۔

(د) آپؓ .... سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

19

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پہلی بیوی تھیں۔ آپؓ نے عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد بنو قریش کے اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپؓ کا لقب طاہرہ تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خاندان بہُت امیر تھا۔ لیکن آپؓ میں بہُت انکسار تھا۔ آپؓ ہر ایک کے ساتھ بہُت عزت سے پیش آتیں۔ آپؓ کا اخلاق شروع ہی سے پاکیزہ اور عادتیں بہُت اچھی تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کثرت سے دیا تھا۔ چنانچہ آپؓ نے اپنے والد اور پہلے شوہر کے فوت ہونے کے بعد تجارت کے پیشے کو جاری رکھا ہوا تھا۔ آپؓ اِس تلاش میں تھیں کہ کوئی ایسا نیک اور ایمان دار آدمی مِلے، جس کے ذریعے تجارت کے کاروبار میں اضافہ کیا جا سکے۔

جب حضور پاک صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پچیس سال کے ہوئے تو پورے عرب میں آپؐ کے پاکیزہ اخلاق اور عظیم اوصاف کا کافی شہرہ ہو چکا تھا۔ عرب کے ہر گوشہ میں آنحضرتؐ "صادق" اور "امین" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کی نگاہیں پہلے ہی کسی ایسے آدمی کی تلاش میں تھیں۔ چنانچہ انھوں نے آپؐ کو پیغام دے کر

بُلایا اور مال لے جانے کو کہا۔ آپؐ راضی ہو گئے۔ آپؐ نے محنت اور دیانت داری سے کام کیا اور پہلے سے کئی گنا زیادہ منافع کما کر دیا۔

اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپؐ کی معاملہ فہمی اور ایمانداری سے اتنی متاثر ہوئیں کہ آپؓ نے حُضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نکاح کی خواہش ظاہر کی اُس وقت آنخضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔

شادی کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وقعت بنو قریش میں اور بڑھ گئی کیونکہ آپؐ کو جان نثار اور محبت کرنے والی بیوی کے ساتھ ساتھ دولت بھی خوب مِلی تھی۔

شادی کے پندرہ برس بعد آنخضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا۔ یہ پندرہ سال آپؐ کے لیے بڑی سوچ بچار کے تھے۔ آپؐ کئی کئی دن گھر سے باہر غارِ حرا میں عبادت کرتے رہتے۔ کئی دفعہ بے چین ہو جاتے لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کا دُکھ درد بانٹتیں۔ آپؐ کی ہر طرح سے خدمت کرتیں۔ جس سے آپؐ کے ذہن کا بوجھ کافی ہلکا ہو جاتا۔

جب غارِ حرا میں پہلی وحی اُتری اور فرشتے نے بتایا کہ آپؐ دنیا کی ہدایت کے لیے مقرر ہوئے ہیں تو آپؐ ڈر گئے اور گھبرائے ہوئے گھر پہنچے۔ فرمایا "مجھے کمبل اوڑھا دو۔" تھوڑی دیر بعد سارا ماجرا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سُنایا اور فرمایا "مجھے ڈر ہے۔" تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا "گھبرائیے نہیں۔ آپؐ سچ بولتے ہیں۔ رشتہ داروں کے تمام حقوق ادا کرتے ہیں۔ فقیروں اور بے کسوں کی مدد کرتے ہیں۔ مہمان نواز ہیں اور مصیبت کے وقت لوگوں کے کام آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو تنہا نہیں چھوڑے گا۔"

اِس کے بعد آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے لوگ آپؐ کے دشمن بن گئے۔

اس کے بعد مکہ میں آپ پر قریش کی سختیاں بڑھ گئیں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپؐ کا پورا پورا ساتھ دِیا۔ وُہ ہر موقع پر آپؐ کی مدد کرتیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنی ساری دولت اسلام کی راہ میں خرچ کر دی۔ اِسلام کے لیے ہر قربانی دی۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب تک آپؓ زندہ رہیں۔ حضورؐ نے کسی دُوسری عورت سے شادی نہیں کی ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود اُن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ''جب لوگ نے مجھے جھُٹلایا تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے میری تصدیق کی۔ جب لوگ کافر تھے تو وُہ ایمان لائیں۔ جب میرا کوئی بھی مددگار نہ تھا تو میری مدد کی''۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پچیس سال تک رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رفاقت میں گزارے۔ آپؓ نے نبوت کے دسویں سال ماہِ رمضان میں وفات پائی۔

سوالات

1 — مختصر جواب دیں۔

(ا) حضرت خدیجہؓ آنحضرتؐ سے شادی سے پہلے کن صفات کی وجہ سے مشہور تھیں؟

(ب) حضرت خدیجہؓ نے حضورؐ کو اپنے کاروبار میں کیوں شریک کیا؟

(ج) شادی کے بعد بنو قریش میں حضورؐ کی وقعت کیوں بڑھ گئی؟

(د) جب آپؐ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت خدیجہؓ نے کس طرح آپؐ کا ساتھ دیا؟

(ہ) حضورؐ نے حضرت خدیجہؓ کے بارے میں کیا فرمایا؟

(و) حضرت خدیجہؓ کی وفات کب ہوئی؟

2— درست بیان کے آگے ✓ کا نشان لگائیں۔

(ا) حضرت خدیجہؓ کا لقب طاہرہ تھا۔

(ب) حضورؐ کو لوگ "صادق" اور "امین" کہتے تھے۔

(ج) حضرت خدیجہؓ نے ساری دولت اسلام کی راہ میں خرچ کر دی۔

(د) نکاح کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر 25 سال تھی۔

20

مولانا ظفر علی خاںؒ

مولانا ظفر علی خاںؒ پنجاب کے اُن مسلمان رہنماؤں میں سے تھے۔ جنھوں نے اپنی زندگیاں مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے کے لیے وقف کر رکھی تھیں۔ آپ ایک بے باک سیاسی رہنما، بلند پایہ شاعر اور مصنّف تھے۔

مولانا ظفر علی خاںؒ 1873ء میں ضلع گوجرانوالا کے ایک گاؤں کرم آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام خدا داد رکھا گیا، لیکن بعد میں بدل کر ظفر علی خاں رکھ دیا گیا۔ آپ کے والد کا نام مولوی سراج الدّین تھا۔

مولانا ظفر علی خاںؒ نے ابتدائی تعلیم وزیر آباد میں حاصل کی۔ والدین کی مالی حالت ایسی نہ تھی کہ مزید تعلیم کا خرچ برداشت کر سکتے۔ ایف۔ اے پاس کرنے کے بعد آپ محکمہ ڈاک میں ملازم ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد ملازمت چھوڑ کر علی گڑھ چلے گئے اور مُسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی۔ اے کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کرلیا۔ پھر حیدر آباد دکن چلے گئے اور فوج میں ملازمت اختیار کرلی۔

مولانا ظفر علی خاںؒ کی سیاسی اور صحافتی زندگی کا آغاز 1909ء میں آپ کے والد صاحب کی وفات کے بعد ہوا۔ آپ کے والد نے ایک ہفت روزہ اخبار "زمیندار" کے نام سے جاری کر رکھا تھا۔ مولانا ظفر علی خاںؒ نے اِس اخبار کا دفتر لاہور منتقل کر لیا اور اِسے روزانہ اخبار بنا دیا۔ اُس وقت "زمیندار" برصغیر میں مسلمانوں کا سب سے

زیادہ چھپنے والا اخبار تھا۔

آپ نے اپنے اخبار میں تحریک پاکستان کے ضمن میں ایسی نظمیں اور مضامین لکھے کہ مسلمانوں میں آزادی کا نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ اِس جرم میں آپ کو کئی بار جیل بھی جانا پڑا۔ مولانا ظفر علی خانؒ نے اپنی زندگی کے پندرہ سال قید میں گزارے۔ انگریز حکومت نے کئی بار اُن کے اخبار کو بھی بند کیا۔ مگر آپ اُسے پھر جاری کر دیتے۔

جب قائدِ اعظم محمّد علی جناحؒ نے مسلم لیگ کو نئے سرے سے منظّم کیا تو مولانا ظفر علی خانؒ نے اِس میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ اُنھوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے مسلمانوں میں آزادی حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اِس مقصد کے لیے اُنھوں نے دِن رات کام کیا اور آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہُوئے۔ بادشاہی مسجد میں ایک دفعہ قائدِ اعظم محمّد علی جناحؒ نے فرمایا تھا:۔

"مجھے پنجاب میں ظفر علی خانؒ جیسے چند لوگ اور مِل جائیں تو پھر مسلمانوں کو کوئی شکست نہیں دے سکتا"۔

علامہ اقبالؒ نے ایک موقعہ پر آپ کے متعلق فرمایا:۔"یوں تو سارا ہندوستان مولانا ظفر علی خانؒ سے متأثر ہے۔ لیکن پنجاب کے مُسلمانوں پر ان کے بُہت احسانات ہیں۔ کیونکہ مذہبی، ادبی اور سیاسی اعتبار سے پنجاب کے لیے اُنھوں نے بڑی خدمات انجام دی ہیں"۔

پاکستان بننے کے بعد مولانا ظفر علی خانؒ چند سال لاہور میں رہے، پھر اپنے گاؤں چلے گئے اور اِسی گاؤں میں 27 نومبر 1956ء کو فوت ہُوئے۔

سوالات

1 ۔ مناسب الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں۔

(ا) مولانا ظفر علی خانؒ نے ابتدائی تعلیم.............میں حاصل کی۔

(ب) ....برصغیر میں مسلمانوں کا سب سے زیادہ چھپنے والا اخبار تھا۔

(ج) مولانا ظفر علی خانؒ نے مسلمانوں کی.........کے لیے دِن رات کام کیا۔

(د) آپ.......کو فوت ہُوئے۔

2 ۔ مولانا ظفر علی خانؒ نے کِس طرح مسلمانوں میں آزادی کا جذبہ پیدا کیا؟

3 ۔ قائداعظمؒ نے آپ کے متعلق کیا فرمایا تھا؟

4 ۔ اپنی کاپیوں پر مولانا ظفر علی خانؒ کی تصویر چسپاں کریں۔

21

بیگم سلمیٰ تصدق حسین

پاکستان حاصل کرنے کے لیے جہاں مردوں نے بڑھ چڑھ کر قربانیاں دیں۔ وہاں عورتیں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہیں۔ انھوں نے بھی تحریکِ پاکستان میں مردوں کے شانہ بشانہ حصّہ لیا۔ اِن مجاہد عورتوں میں بیگم سلمیٰ تصدق حسین کا نام بہت نمایاں ہے۔ آپ 11 اپریل 1908ء کو لاہور میں پیدا ہوئیں۔ انھوں نے پنجاب یونیورسٹی سے بی، اے کی ڈگری حاصل کی۔

بیگم سلمیٰ تصدق حسین کو بچپن سے ہی شاعری اور مضمون نگاری کا شوق تھا۔ وہ نوعمری میں ٹینس اور بیڈمنٹن کی بہترین کھلاڑی تھیں۔ پہلے پہل وہ سماجی کارکن کی حیثیت سے کام کرتی تھیں۔ پھر انھوں نے باقاعدہ ملکی سیاست میں حِصّہ لینا شروع کر دیا۔ اِس مقصد کے لیے وہ مُسلم لیگ میں شامل ہوگئیں۔ مُسلم لیگ میں اُنھوں نے کئی عہدوں پر کام کیا اور تحریکِ پاکستان کی آواز سارے ہندوستان میں پہنچائی۔

بیگم سلمیٰ تصدق حسین نے خاص طور پر مسلمان عورتوں میں آزادی حاصل کرنے کی خواہش پیدا کی۔ اُنھوں نے دوسری مُسلم خواتین کے ہمراہ ہندوستان کے کونے کونے میں جاکر عورتوں کے جلسے کیے۔ اِن جلسوں میں عورتوں کی بڑی تعداد شامل ہوتی۔ آپ انھیں آزادی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی تلقین کرتیں۔ بیگم صاحبہ خاص طور سے

پنجاب کی خواتین کی نمائندگی کرتی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُنھوں نے تمام مسلمان عورتوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کر دیا۔

نیشنل گرلز گارڈ کی بنیاد لاہور میں رکھی گئی تھی۔ بیگم سلمیٰ تصدق حسین نے اِس گارڈ کو مضبوط بنانے کے لیے انتھک جدوجہد کی۔ جب لاہور کے تاریخی اجلاس میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ اُس وقت نیشنل گرلز گارڈ کی مجاہد طالبات اور خواتین سبز رنگ کے دوپٹے اوڑھے نعرے لگا رہی تھیں۔ "لے کے رہیں گے پاکستان" اور "بٹ کے رہے گا ہندوستان"۔

تحریکِ پاکستان کے دوران لاہور شہر کو حریت پسند خواتین کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ بیگم صاحبہ نے اپنی محنت اور لگن سے لاہور کو زنانہ مسلم لیگ کا قلعہ بنا دیا۔ آپ کو حصولِ آزادی کی خاطر دوسری خواتین کے ساتھ جیل بھی جانا پڑا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل اور اِن کی محنت سے 14 اگست 1947ء کو پاکستان بن گیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد بیگم سلمیٰ تصدق حسین کو پنجاب ریلیف سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔ تاکہ ہندوستان سے لاہور اور دوسری جگہوں پر آنے والے مہاجرین کے لیے کھانے اور رہائش کا بندوبست ہو سکے۔ اِس مقصد کے لیے اُنھوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

آزادی حاصل کرنے کے بعد بیگم سلمیٰ تصدق حسین نے قائدِاعظم محمد علی جناحؒ کی ہدایت پر ایک وفد کے ہمراہ برطانیہ کا دورہ کیا۔ اِس کے بعد پاکستان کے نمائندے کی حیثیت سے بہت سے دوسرے ممالک کے بھی دورے کیے۔ انھوں نے کئی سرکاری عہدوں پر کام کیا۔ وہ 17 اگست 1995ء میں 88 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ آخری وقت میں وہ پنجاب کی بہت سی خواتین کی انجمنوں میں خدمات سرانجام دے رہی تھیں جن کا مقصد عورتوں اور بچوں کی فلاح و بہبود تھا۔

سوالات

1— بیگم سلمیٰ تصدق حسین کب اور کہاں پیدا ہوئیں ؟

2— اُنھوں نے مسلمان عورتوں میں آزادی کی خواہش کس طرح پیدا کی ؟

3— بیگم صاحبہ کس صوبے کی عورتوں کی نمائندگی کرتی تھیں ؟

4— قیامِ پاکستان کے بعد اُنھوں نے کیا کیا خدمات سرانجام دیں ؟

5— قراردادِ پاکستان کے وقت جو نعرے خواتین لگاتی رہیں۔ اُنھیں اپنی کاپی میں لکھیں۔

جملہ حقوق بحق پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ محفوظ ہیں۔ اس کتاب کا کوئی حصہ نقل یا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اسے ٹیسٹ پیپرز، گائیڈ بکس، خلاصہ جات، نوٹس یا امدادی کتب کی تیاری میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔
اس کتاب کے مسودہ کی منظوری قومی ریویو کمیٹی، وفاقی وزارتِ تعلیم (کریکولم ونگ) نے دی ہے۔

اپیل

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ آپ کا اپنا ادارہ ہے جو وفاقی وزارتِ تعلیم حکومت پاکستان سے منظوری کے بعد قومی نصاب کے مطابق معیاری اور سستی کتب تیار کر کے مہیا کرتا ہے۔ ان کتب کے ذریعے اسلامی اقدار، ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اور زندگی کی دیگر جہات سے آگاہی اور شعور کو اجاگر کیا جاتا ہے۔

یہ کتابیں کہنہ مشق ماہرین تعلیم سے لکھوائی جاتی ہیں۔ اگر ان کتب میں کوئی تصور وضاحت طلب رہ گیا ہو تو یقیناً اساتذہ کرام اس کمی کو پورا کر سکتے ہیں۔ امسال حکومت پنجاب کی خصوصی ہدایت پر تمام کتب کو اغلاط سے مبرّا بنانے کے لیے نظرثانی کروائی گئی ہے۔ متن اور تصاویر کو بہتر بنایا گیا ہے۔ تاہم مزید بہتری اور اصلاح کی گنجائش ہمیشہ رہتی ہے لہٰذا اساتذہ، طلبہ وطالبات، والدین اور دیگر ماہرین تعلیم سے گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کے بارے میں بذریعہ ڈاک یا دیئے گئے ٹیلی فون نمبروں میں سے کسی بھی نمبر پر مندرجہ ذیل حوالوں سے اپنی آرا سے آگاہ فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن کو مزید بہتر بنایا جاسکے۔

- املا کی غلطیوں کی نشاندہی
- تصاویر اور نقشوں کی بہتری کے لیے تجاویز
- مواد کی غلطیوں کی نشاندہی
- مختلف اسباق کی بہتری کے بارے میں تجاویز

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی کتابیں بورڈ کے مونوگرام سے پہچانی جاتی ہیں جو ہر کتاب کے سرورق پر طبع ہوتا ہے۔ طلبہ وطالبات ان نصابی کتب کے علاوہ دیگر کتب (خلاصہ جات، ٹیسٹ پیپرز اور گائیڈز وغیرہ) خریدنے کے قطعاً پابند نہیں ہیں۔

ڈائریکٹر انسانیات	فون نمبر	:	9230685
ڈائریکٹر ٹیکنیکل	فون نمبر	:	9230683
سیکرٹری	فون نمبر	:	9230681
فیکس	نمبر	:	9230679
ای میل		:	chairmanptbb@yahoo.com

سلیم اختر کیانی
چیئرمین پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ،
21-E-II، گلبرگ-III، لاہور

مصنفین ۔ ڈاکٹر مس فیروزہ یاسمین ۔ ڈاکٹر اظہر حمید ۔ بشیر الدین ملک ۔ قاضی سجاد احمد
۔ میاں محمد جاوید اختر ۔ ناصر الدین غزنوی ۔ محمد زبیر ہاشمی
مدیران ۔ ڈاکٹر مس فیروزہ یاسمین ۔ بشیر الدین ملک ۔ ڈاکٹر منور مرزا

152740

ناشر : اسلامی جمہوریہ پبلی کیشنز، لاہور   مطبع : استقلال پریس، لاہور

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد　　کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان　　ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام　　قوتِ اخوتِ عوام
قوم ملک سلطنت　　پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد

پرچم ستارہ و ہلال　　رہبرِ ترقی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال　　جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	طباعت	تعداد	قیمت
مارچ 2005ء	اول	13	47,000	25.00